عمران سیریز



سورج کی تلاش

۱

آدرنما



عمران، ایکسٹو، بلیک زیرو،
صفدر اور جولیا کے کارنامے

# سورج کی تلاش

آذر تمنا

یہ رات کا پچھلا پہر تھا۔ایک ایسا وقت جب کتے بھی بھونک بھونک کر تھک جاتے ہیں۔ اور کہیں پڑ کر سو رہنے کیلئے کونے کھدرے تلاش کرنے لگتے ہیں۔

تین آدمی دبے قدموں سے چلتے ہوئے فلیٹوں پر مشتمل ایک عمارت کے قریب آ کر رک گئے۔ان تینوں کی نگاہیں عمارت کا نہایت غور کے ساتھ جائزہ لے رہی تھیں۔سٹریٹ لائٹس روشن تھیں۔چنانچہ اگر کوئی شخص ان کا جائزہ لینا چاہتا تو اُسے کوئی دقت پیش نہیں آسکتی تھی۔ان کے جسموں پر چست لباس تھے۔ایسے جیسے عام طور پر سرکس میں کام کرنے والوں کے ہوتے ہیں۔یہ عام پہننے کے لباسوں سے مختلف تھے۔لیکن دنیا میں نہایت تیز رفتاری سے ہوتی ہوئی تبدیلیوں کے باعث لباسوں میں اَن گنت فیشنوں میں اس طرز کے لباس کو ایک نیا فیشن کہہ کر نظرانداز کیا جا سکتا تھا۔

لیکن جو چیز ان کو عام فیشن کے لباسوں سے مختلف کر رہی تھی۔ وہ ان کی کمروں سے لپٹی ہوئی پٹیاں تھیں۔ ان پٹیوں کی چوڑائی کسی بھی صورت میں چھ انچ سے کم نہیں رہی ہوگی۔ سٹریٹ لائٹس کے باعث یہ دیکھنا بہت آسان تھا کہ ان پیٹیوں کے ساتھ کانسی کے رنگ کے تقریباً ڈھائی ڈھائی انچ کے آہنی تیر لگے ہوئے تھے۔ یہ تیر غالباً ان پیٹیوں میں اوڑسے گئے تھے۔

علاوہ ازیں ان تینوں کے سیدھے ہاتھ پہ پیٹیوں کے ساتھ ریشمی رسی کے لچھے لٹک رہے تھے۔ ایسے ریشمی رسی کے لچھے عام طور پر شکاریوں کے پاس ہوتے ہیں۔ خصوصاً ان شکاریوں کے پاس جو گھوڑوں پر سوار ہو کر شکار کے تعاقب میں نکلنے کے شوقین ہوتے ہیں۔ اور شکار کے نزدیک پہنچ کر رسی کے پھندے کے ذریعے اُسے قابو میں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر ان تینوں کے سر پر ہیٹ ہوتے تو ان کو "ٹیکساس کے گوریلے" کہنا نہایت درست معلوم ہوتا۔ لیکن ان کے سر ننگے تھے۔ اور پیروں میں فل بوٹ کی بجائے کریپ سول کے جوتے تھے۔

ان تینوں نے سر اُوپر اٹھا لئے ایک کے بعد ایک مختلف

فلورز کا جائزہ لیا۔ تیسرے فلور پر پہنچ کر ان کی نظریں تھم گئیں۔ چند لمحوں تک تیسرے فلور پر واقع فلیٹوں کی تاریک کھڑکیوں کو یکے بعد دیگرے گھورتے رہے۔ پھر ان میں سے ایک نے طویل سانس لے کر باری باری اس نے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"اس عمارت کا آرکیٹکٹ کوئی بھلا آدمی معلوم ہوتا ہے...!"
اس کی آواز سرگوشی کی طرح مدہم ہونے کے باوجود بولنے والے کی خوش مزاجی کا اظہار کر رہی تھی۔ جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور لہجے سے اس علاقے کو پہچان لینا بہت آسان تھا۔ جہاں اس طرح سے انگریزی بولی جاتی ہے۔

"جس نے پانی کی نکاسی کے لئے پائپ دیواروں کے اندر دفن کرنے کی بجائے انہیں عمارت کی بیرونی دیواروں کے ساتھ نصب کر دیا ہے"....!
اُس آدمی نے سیاہ رنگ کے ان پائپوں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جو عمارت کی بنیاد سے اُگ کر دیواروں کے ساتھ سیدھے اوپر کی جانب اُٹھتے ہوئے چھت سے بھی تین چار فٹ بلند ہو گئے تھے۔
"شاید کوئی بڈھا برطانیہ ہوگا!"

اس آدمی کی دائیں جانب کھڑے ہوئے ایک نوجوان شخص نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے اپنے ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے سے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ اپنے جملے کے ذریعے کسی بڈھے انگریز کا مذاق اُڑا رہا ہے۔

"تھینک یو! مسٹر اولڈ برٹش مین!"

تیسرے آدمی نے تھیٹریکل انداز سے اپنے سر کو تھوڑا سا جھکا کر دوبارہ اسے اُوپر اُٹھاتے ہوئے خوش دلی کے ساتھ کہا۔ اس کی نظریں ایک پائپ پر ٹکی ہوئی تھیں لگتا تھا جیسے وہ اسی پائپ ہی کو بڈھا انگریز تصور کر کے یہ جملہ کہہ رہا ہے۔

"درین بلڈی سٹریٹ لائٹس ... !"

پہلے آدمی نے سر اُٹھا کر عمارت کی پچھلی سمت واقع سڑک کے دونوں جانب بجلی کے کھمبوں پر روشن ٹیوب لائٹوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز میں درشتی اور بیزاری تھی۔

"ان کی موجودگی میں بہت مشکل ہے۔!"

"انہیں تاریک بھی کیا جا سکتا ہے!"

نوجوان آدمی نے نہایت تیزی کے ساتھ اپنا ہاتھ جیب کی

طرف بڑھایا۔
"دو تین سائیلنٹ فائر اور بس ۔ ۔ ۔ !"
"نہیں بالکل نہیں ۔ ۔ ۔ !"
اس پہلے آدمی نے تیزی سے اپنا ہاتھ بڑھا کر اُسے بازو سے پکڑ کر روک دیا تھا۔
"ان فلیٹوں میں رہنے والے لوگ اس سوسائٹی کے بہت معزز اور مہذب لوگ ہیں۔ تمہیں شائد پتہ نہیں کہ اس عمارت کی چار دیواری میں کم از کم اس وقت دو بندوق بردار چوکیدار پہرہ دے رہے ہوں گے۔ ان سٹریٹ لائٹوں کے تاریک ہونے کے باعث ان کا چونک جانا فطری بات ہو گی۔ وہ یقیناً اس طرف آ نکلیں گے اور ہمیں ڈسٹرب کریں گے۔
"لیکن انہیں خاموش بھی تو کیا جا سکتا ۔ ۔ ۔"
تیسرے نے دبی ہوئی آواز میں اپنی تجویز پیش کی۔
"میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا ۔ ۔ ۔ !"
پہلے آدمی نے لاتعلق نظروں سے اس کی طرف دیکھا جس نے چوکیداروں کو خاموش کرنے کا مشورہ دیا تھا۔
"ہم اپنے آپریشن کے بالکل ابتدائی مرحلے میں ہیں اس مرحلے میں خاموشی کے ساتھ اور کسی بھی طرح کے تصادم سے بچ کر ہی کام ہو سکتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ۔ ۔ ۔ ؟"

"سوری ڈیوڈ۔۔۔!"

مشورہ دینے والے نے نرم اور آہستہ آواز میں کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن پھر کوئی دوسری صورت۔۔۔!"

"کم آن۔۔۔!"

ڈیوڈ نام کے شخص نے کہا جو باقی دو سے زیادہ عمر کا معلوم ہوتا تھا۔ اور اپنے انداز سے ان تینوں افراد پر مشتمل گروپ کا سربراہ بھی۔ اس کے چہرے پر کرختگی تھی لیکن اس کا مزاج حیرت انگیز طور پر اس کے چہرے کے تاثرات سے مختلف تھا۔ خوشگوار اور خوش مزاج۔

دو لفظی جملہ کہہ کر وہ تیزی سے آگے کو چل پڑا۔ باقی دو نے بھی اس کا ساتھ دینے میں کسی کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ عمارت کی عقبی سمت سے گزر کر وہ اس کی جنوبی دیوار کے نزدیک پہنچ گئے یہاں پہنچتے ہی ایک دم انہیں احساس ہوا جیسے ضرورت کے عین مطابق جگہ ان کو میسر آگئی ہو۔

یہ ویسٹ اوپن فلیٹ تھے۔ ان کے دروازے مغرب کی جانب کھلتے تھے۔ اور بالکنیاں مشرق کی جانب واقع تھیں۔ اور یہ شمالاً جنوباً ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔

جنوبی سمت میں سڑک نہ ہونے کے باعث سٹریٹ لائٹیں

لگانے کی دقت محسوس نہیں ہوتی تھی جس کے باعث وہاں رات کے وقت مستقلاً ایسی نیم تاریکی چھائی رہتی تھی جس میں چیزیں واضح دکھائی دینے کی بجائے سایوں کی طرح نظر آتی تھی۔

"فن ٹاسٹک..."

ان تینوں میں سے کسی ایک کے منہ سے بے اختیار نکلا لہجے میں خوشی اور جوش موجود تھا۔

"ناؤ دا ایوری تھنگ از آل رائٹ!"

"نہیں ابھی نہیں پیارے!"

ڈیوڈ کی آواز ابھری۔

"یہ صرف آغاز ہے۔ البتہ تم کہہ سکتے ہو کہ آغاز بہت اچھا ہے!"

"اچھے انجام کے لئے ایک اچھا آغاز بنیادی شرط ہے۔ ڈیوڈ! کیا تم اس پر یقین نہیں رکھتے۔!"

نوجوان سی آواز نے سرگوشی کی۔

"میرے یقین رکھنے یا یقین نہ رکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا جیک...!"

ڈیوڈ کہہ رہا تھا۔

"حقیقت ہر حال میں ایک حقیقت ہے چاہے تم اس کو مانو

یا نہ مانو!"

"لیکن ایک آدمی کسی نہ کسی بات پر یقین تو رکھتا ہی ہے نا!"

وہی نوجوان سی آواز دوبارہ اُبھری۔

"یہ فلسفے کا سوال ہے جیک۔۔۔ اور اس کا جواب کوئی فلسفی ہی دے سکتا ہے، میرا خیال ہے ہمیں اس کام کو سرانجام دینا چاہیئے جس کے لئے ہمیں یہاں بھیجا گیا ہے۔

"اوہ سوری ڈیوڈ۔۔۔ دراصل تم جانتے ہو پچھلے کچھ عرصے سے مجھے سوچنے کی نہایت تنگ کرنے والی لت پڑ گئی ہے۔ لہذا۔۔۔!"

"اد کم ان جیک۔۔۔!"

ڈیوڈ نے اندھیرے ہی میں ہاتھ بڑھا کر اس نوجوان کی کمر پر تھپکی دی۔

"سوچنے کے لئے فرصت کی ضرورت ہے اور تمہیں پتہ ہے کم از کم اس وقت تو قطعی طور پر فارغ نہیں ہیں۔!"

چند لمحوں تک وہ خاموش ایک دوسرے کے نزدیک کھڑے رہے تھے۔ غالباً وہ آپس میں کسی بات پر اتفاق کے باعث ہی خاموش ہوئے تھے۔

"بڈی۔۔۔ تیار ہو جاؤ۔ سب سے پہلے تمہیں اُوپر جانا ہوگا۔

تمہارے بعد جیک اور پھر ... !"

"بڈی از آل ویز ریڈی ڈیوڈ ... !"

تیسرے آدمی نے خوش مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اندھیرے ہی میں دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلا کر کہا۔ پھر وہ تیزی سے دیوار کی طرف بڑھا اور ہاتھ اس پائپ پر جما دیئے۔ جو اپنی سیاہ رنگت اور تاریکی کے باعث اندھیرے ہی کا ایک حصّہ معلوم ہو رہا تھا۔

اگلے ہی لمحے وہ بندروں کے سے پھرتیلے پن کے ساتھ پائپ پر اُوپر کی جانب چڑھتا چلا گیا۔

محض چند منٹوں کے اندر وہ تینوں اسی تیزی سے پائپوں کو استعمال کرتے ہوئے پانچ منزلہ عمارت کی چھت پر پہنچ چکے تھے۔ چھت ٹینس کورٹ کی طرح وسیع اور ہموار تھی۔ جس کے چاروں جانب تین تین فٹ کی بلند دیواریں تھیں

"شمال کی طرف سے گیارہویں کھڑکی۔ !"

ڈیوڈ نامی شخص کی آواز اُبھری۔

"بڈی ہری اَپ ... یو آر سیکنڈ جیک !"

جنوبی سمت میں منڈیر کے ساتھ کھڑا ہوا بڈی چھت پر اِس طرح چلنے لگا۔ جیسے چلنے کے دوران اپنے قدموں کی تعداد کو گن رہا ہو۔ پتہ نہیں اس کا یہ عمل قدموں کی

کی تعداد گننے کے لئے بقایا ان قدموں کی آواز کو بالکل ناپید کرنے کے لئے۔ اس کا وجود ہر قدم کے ساتھ مزید تاریکی میں گھل جاتا تھا۔ کیونکہ چاند کی بالکل ابتدائی تاریخوں کے علاوہ آسمان پر سیاہ رنگ بادلوں کی بھرمار کی دُور دُور سے کسی ستارے کی روشنی بھی زمین کی طرف نہیں ٹپک رہی تھی۔

چند سیکنڈ کے وقفے کے بعد جیک نامی دوسرا آدمی اسی انداز میں چلتا ہوا بڈی کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ البتہ ڈیوڈ منڈیر کے نزدیک ہی کھڑا انہیں آگے بڑھتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظر دوڑائی۔ ڈائل پر ہندسے دودھیا روشنی کی طرح چمک رہے تھے۔ سیکنڈ بتانے والی سوئی کی حرکت بھی اس کی چمک کے باعث بہت واضح دیکھی جا سکتی تھی۔

اس کی نظریں اپنی کلائی پر اس وقت تک لگی رہی جب تک کہ سیکنڈ بتانے والی سوئی نے ایک ہندسے سے دوبارہ اسی ہندسے تک پہنچنے کا چکر مکمل نہیں کر لیا۔ تب اس نے اپنی کلائی کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور دُور چھت پر چھیلی ہوئی تاریکی میں دیکھا۔ بہت معمولی وقفے کے بعد اس کے کانوں میں دُور سے آتی ہوئی ایک آواز

داخل ہوئے۔

یہ کسی بلی کے درد کے باعث کراہنے کی آواز تھی ایک بار پھر دوسری بار پھر تیسری بار اور بس۔ اس کے بعد خاموشی۔ ڈیوڈ نے اپنی جگہ سے حرکت کی۔ یہ آواز اس کے آگے لگے ہوئے دونوں ساتھیوں کی طرف سے کلیئرنس سگنل تھا۔

اپنے ساتھیوں ہی کی طرح مخصوص انداز میں قدم رکھتا ہُوا ڈیوڈ تاریکی میں داخل ہو گیا پھر ایک خاص جگہ پر اس کے قدم رُک گئے۔ وہ مشرق سمت کی منڈیر کے ساتھ ساتھ چلتا ہُوا آیا تھا۔ رُک کر اُس نے منڈیر پر دونوں ہاتھ ٹکائے اور جُھک کر نیچے کی طرف دیکھا۔ پنسل ٹارچ سے نکلنے والی سبز روشنی کی ایک نہایت باریک سی لکیر سیدھی آسمان کی طرف اُٹھ رہی تھی۔ جس جگہ سے اس سبز روشنی کے آسمان کی طرف اُٹھنے کا آغاز ہو رہا تھا۔ وہ یقینی طور پر شمالی سمت سے گیارہویں کھڑکی کے برابر والی بالکنی ہی تھی۔

ڈیوڈ نے سر اُٹھا کر محتاط نظروں سے اپنے دائیں بائیں اور پیچھے کی طرف دیکھا۔ پھر وہ برق رفتاری سے منڈیر پر چڑھ کر اسی پائپ کے ساتھ لپٹ گیا تھا۔ جو دیوار

کے ساتھ چمٹا ہوا نیچے عمارت کی بنیاد کی سمت جا رہا تھا۔
پائپ کے ذریعے نیچے کی طرف اس کے پھسلنے کی رفتار حیرت انگیز طور پر تیز تھی۔ چند سیکنڈوں کے اندر وہ پائپ سے جدا ہو کر اُسی بالکنی میں غائب ہو گیا۔ جہاں سے تیز روشنی کا سگنل دیا گیا تھا۔

"فلیٹ میں کوئی نہیں۔ سوائے اس باکسر حبشی کے ۔۔۔ اور وہ بھی پانچ چھ خالی بوتلوں کے درمیان اپنے کمرے میں اوندھا پڑا ہوا ہے ۔۔۔!"

ڈیوڈ کے بالکنی میں داخل ہوتے ہی جیک نے پھرتی سے رپورٹ دی۔

"دیٹ بلڈی نگر۔۔۔"

ڈیوڈ نے رُک رُک کر نہایت مدھم آواز میں کہا۔

عمران کے بعد وہی تو اس کیس میں سب سے امپورٹنٹ آدمی ہے۔ ہری اَپ ۔۔"

بالکنی سے اندر داخل ہونے کا راستہ کھلا تھا۔ وہ تینوں ایک دوسرے کے پیچھے عمران کے فلیٹ کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئے۔ ان کے چہرے اپنی خوش مزاجیوں کے باوجود ایک دم درشت ہو گئے۔ ان کے قدم بے آواز تھے۔ دو کمروں اور ایک راہ داری کو عبور کر کے وہ ایک دروازے

کے نزدیک جاکر رُک گئے۔ دروازے کا ایک پٹ بند اور دوسرا کھلا ہوا تھا۔ کھلے ہوئے پٹ میں سے کمرے کے اندر کا منظر دیکھنا بہت آسان تھا۔

وسط میں ایک بیڈ پر جیک کا بیان کردہ حبشی باکسر اکڑوں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں آدھی خالی بوتل تھی جو اس کے جسم کی حرکت کے ساتھ ساتھ حرکت کر رہی تھی جوزف کی آنکھیں بند تھیں اور وہ دردناک سی آواز میں جانے کیا بڑبڑا رہا تھا۔

وہ تینوں تقریباً ایک منٹ تک وہاں کھڑے جوزف کی اس حالت کا جائزہ لیتے رہے۔ اس دوران ایک دوسرے سے مسکراہٹوں کا تبادلہ کرنا وہ نہیں بھولے تھے۔ پھر اچانک ہی ڈیوڈ کی گردن نے ہلکی سی جنبش لی۔ اور اس کے ساتھ ہی جیک اور بڈ ہی بھوکے چیتوں کی طرح کمرے کے اندر لپکے تھے دونوں ایک ساتھ جوزف کے اوپر گرے اور اپنے ہاتھوں پیروں کی بھرپور گرفت میں جکڑنے کے لئے اسے اپنے نیچے ڈھانپ لیا۔

اس اچانک حملے سے بوتل جوزف کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گری اور شیشہ ٹوٹنے کی آواز کمرے میں گونج گئی۔ لیکن یہ آواز جوزف کے گلے سے نکلنے والی ڈکراتی ہوئی

کراہ سے یقیناً مدہم تھا۔

ان دونوں کے نیچے دبا ہُوا خوزت اپنے جکڑے ہوئے ہاتھوں اور پیروں کی آزادی کے لئے جسم کی پوری قوت کو استعمال کرنے کے دوران غصے سے زخمی بھینسے کی سی آواز نکال رہا تھا۔



میں اس بارے میں کوئی شبہ کرنے سے انکار کرتا ہوں"
موٹے موٹے نقش ونگار والا چھوٹے قد کا آدمی سرسراتی
ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ اوور کوٹ
کی جیبوں میں ڈالے ایک بہت بھاری کرسی پر کسی ملٹری جنرل
کی طرح بیٹھا تھا۔ اس کے بیٹھنے کا انداز ایسا تھا کہ اگر وہ
اپنے ہونٹوں کی غیر محسوس سی حرکت کے ذریعے اپنے منہ
سے سرسراتی ہوئی آواز میں الفاظ ادا نہ کرتا تو اس پر کسی
مجسمے کا گمان کیا جا سکتا تھا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ یقیناً یہ ایک درست اشتہار ہے...!"
اس سے چند فٹ کے فاصلے پر دبلے جسم کا ایک لمبا سا آدمی
کھڑا تھا۔ یہ جملہ اسی نے ادا کیا تھا۔

"وہ لومڑی کی طرح مکار اور چیتے کی طرح چالاک ہے۔
وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس کی طرف سے کوئی بھی توقع
کی جا سکتی ہے۔!"

وہ کہہ رہا تھا۔ اس دبلے پتلے آدمی کے نقش بھی موٹے موٹے اور بھدّے تھے۔ اس پر بھاری بھرکم فریم کی عینک نے اس کی شخصیت کو اور زیادہ ناقابلِ پسند اور بیزارکن بنا دیا تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو رائے ۔"

کرسی پر بیٹھے ہوئے مجسمے جیسے آدمی نے اُسی سرسراتی ہوئی آواز میں میکانکی انداز میں کہا۔

"لیکن ایک بات ... ایک آخری بات سمجھنا میرے لئے بہت ضروری ہے کہ ..."

اس نے رُک کر اپنے سامنے میز پر پڑے ہوئے ایک اخبار پھر دوسرے اخبار اور پھر تیسرے اخبار کو ان کی جگہوں سے اٹھا کر دوبارہ میز پر پہنچتے ہوئے اُلجھی ہوئی آواز میں جملہ مکمل کیا۔

اس نوجوانی کی عمر میں آخر وہ کیوں ریٹائر ہو رہا ہے۔ یہ درست ہے کہ سیکرٹ سروس میں آدمی بہت کم عرصے میں ایکزوسٹ ہو جاتا ہے لیکن اس قدر جلد... خاص طور پہ اس جیسا شخص جو نہایت کم عرصے میں خاصی شہرت کا مالک بن چکا ہے۔ مجھے ہمیشہ یہ گمان ہُوا جیسے وہ پیدائشی طور پر سیکرٹ سروس کا آدمی ہے۔ غیر یقینی حد تک ذہین۔

اور پُراسرار حد تک بہادر پھرتیلا اور کامیاب ۔۔۔!"

"لیکن یہ ایک خوف ناک اشتہار ہے برادر توف ۔۔۔!"

طویل قامت رائے توف نے برادر روف کا جملہ مکمل ہوتے ہی

تیزی سے کہا۔

"تم اس کے بارے میں جو رائے رکھتے ہو۔ میری بھی اس کے بارے میں وہی رائے ہے۔ وہ بہت کچھ جانتا ہے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلے ہوئے ہمارے جیسے بیشمار عالمی جرائم میں ملوث لوگوں کے بارے میں وہ اتنا کچھ جانتا ہے جتنا کہ شاید وہ خود بھی نہیں جانتے۔ ایسی صورت میں اگر اس نے وہ کتاب شائع کر دی۔ جس کا ذکر اس اشتہار میں ہے تو جان لو کہ پتہ نہیں کون کون ۔۔۔؟"

رائے توف نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ اس کی آنکھیں اندیشوں کے بوجھ سے سُکڑ گئی تھیں اور وہ سوالیہ نظروں سے برادر روف کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کسی قیمت پر نہیں رائے توف ۔۔۔ کسی قیمت پر نہیں۔۔۔!"

بھدے جسم والا مجسمہ کرسی سے اچانک اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آواز بھاری تھی جس میں کرختگی کے علاوہ شدید سرد مہری کے احساسات بھی شامل تھے۔

"ہم یہ کتاب کسی قیمت پر شائع نہیں ہونے دیں گے۔"

"لیکن تمہارا کیا خیال ہے کہ اس کی قیمت لگائی جاسکتی ہے"
رائے توت کی آواز میں طنز کی چبھن تھی۔
"شاید نہیں ... !"
برادروف نے اقرار میں اپنی موٹی سی گردن کو آہستگی کے ساتھ حرکت دی۔
"لیکن ہم قیمت سے نہیں قوت سے کام لے لیں گے ۔"
"مگر اس کے ملک میں اس سے ٹکرانا تو اور زیادہ مشکل ہے"
رائے توت نے رک رک کر ایسے کہا جیسے وہ اپنے مخاطب کی بات کو ماننے سے گریزاں ہو۔
"تم پہلے تو کبھی اتنے کند ذہن نہ تھے رائے توت !"
برادروف کی آواز میں غصیلے پن کی کاٹ تھی۔
"لڑائی سے مراد صرف فرنٹ وار نہیں ہے ... ایک چیز گوریلا وار بھی ہوتی ہے۔ جس کے بارے میں تم ایک مفصل عملی تجربہ رکھتے ہو۔ لیکن شاید ان دنوں زیادہ آرام کے باعث بھول رہے ہو کر ... !"
"میں تم سے جو بحث کر رہا ہوں ۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم اپنے اگلے اقدام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ کلیر ہو جائیں ۔ اور بس ... مثال کے طور پر میں تمہارے سامنے ایک اور بات بھی اٹھانا چاہوں گا ۔ کہ اشتہار کے حوالے سے صرف

ہم کو ہی ہوشیار نہیں کیا گیا۔ بلکہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ان تمام !"

"شاندار... نہایت شاندار... !"

برادروف نے اپنا سیدھا ہاتھ اوور کوٹ کی جیب سے نکال کر اسے مصافحے کے انداز میں ہلایا۔ قد کی طرح اس کے بازو بھی لمبائی میں کم ہونے کے باعث ہاتھ ہلاتا ہوا وہ کافی حد تک مضحکہ خیز دکھائی دے رہا تھا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ اس کتاب کی اشاعت رکوانے کے لئے ہماری طرح اور بھی کئی لوگ ہوں گے۔ جو میدان میں کود یں گے۔ اور.... اور..."

اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر برادروف نے سوالیہ نظروں سے اپنے سامنے کھڑے طویل قامت آدمی کی آنکھوں میں جھانکا جیسے اُسے جملہ مکمل کرنے کی دعوت دے رہا ہو۔

"اور اُن دستاویزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ جن کی بنیاد پر عمران اپنی کتاب ترتیب دے گا... !"

"بہت خوب... میں تم سے اپنی بات جاری رکھنے کی درخواست کرتا ہوں۔ رائے توف بہت خوب... بہت اچھے جا رہے ہو !"

"اور ظاہر ہے کہ ان دستاویزوں میں کسی ایک گروہ کے بارے

میں معلومات نہیں ہوں گی۔ جن جن عالمی جرائم میں ملوث گروہوں کے راز وہ اپنی کتاب میں فاش کرے گا ان تمام کا ذکر ان کاغذوں میں ہوگا۔ اس کا مطلب ہے کہ عمران کی کتاب سے زیادہ اہم چیز وہ کاغذات ہیں کیونکہ جس کے قبضے میں وہ کاغذات ہوں گے وہ باقی گروہوں کو بلیک میل کرنے یا چوٹ لگانے کی کوشش کرے گا جو بہت آسان ہوگا۔ ایسے میں . . . !"

رائے توف نے رُک کر برادروف کی آنکھوں میں جھانکا۔ جو رائے توف کی باتوں کے ردِ عمل میں بتدریج سنجیدہ ہوتا جا رہا تھا اس کی سنجیدگی کا اندازہ اس کے کرخت چہرے میں ابھرتی چلی جاتی جبڑے کی ہڈیوں سے ہوتا تھا۔

"لیکن وہ کاغذات . . . !"

برادروف کی سرسراتی ہوئی آواز اس طرح اُبھری جیسے وہ نیند میں بول رہا ہو۔

"ہمارے پاس ہونے چاہئیں تاکہ ہم اپنے حریفوں کو نکیل ڈال سکیں . . . !"

اس کی آنکھوں میں ایک مکار چمک اور شوخی پیدا ہو گئی تھی۔ رائے توف کی طرف اس نے ایسے دیکھا جیسے وہ ایک آدمی نہ ہو بلکہ وہ خفیہ دستاویز ہو جس کی بنیاد پر دنیا کے بڑے بڑے مجرموں کو پالتو چوپاؤں کی طرح ہانکا جا سکتا تھا۔

"میں یہ آپریشن تمہارے سپرد کرتا ہوں رائے توف ...!"
اس نے اپنا ہاتھ دوبارہ اوورکوٹ کی جیب میں ڈال کر اس طرح کہا جیسے وہ خود کو ایک دم اس کھڑاک سے لاتعلق رکھنا چاہتا ہو۔
"میری آنکھیں تمہاری نگہداشت پر اور میرے بازو تمہاری مدد کے لئے ساتھ ساتھ ہوں گے۔ رائے توف۔
لیکن یاد رکھو۔ ہر قیمت پر ... ہر صورت میں وہ دستاویزیں میں تمہارے پاس دیکھنا چاہتا ہوں ... تمہارے پاس یہاں سائبیریا کے اس برف خانے میں ...!"



صبح کی روشنی پھیلنے میں تھوڑی ہی دیر رہ گئی تھی۔ شاید آدھا گھنٹہ ... جب ایک لمبے قد کا سایہ فلیٹوں پر مشتمل پانچ منزلہ عمارت کی چھت سے ریشمی ڈوری سے بنی ہوئی سیڑھی کے ذریعے تیسری منزل پر واقع ایک فلیٹ کی بالکنی میں اُتر گیا۔
تیسری منزل پر واقع یہ فلیٹ شمالی سمت سے گیارہویں نمبر پر تھا۔ بالکونی میں اُتر کر وہ سایہ بلی کی طرح دبے قدموں سے چلتا ہوا کھلے ہوئے دروازے سے فلیٹ کے اندر داخل ہوا۔ نیم تاریکی کے باعث اُسے چلنے میں دقت ہو رہی تھی۔ لیکن اس کی آنکھیں

اندھیرے میں دیکھنے کی عادی رہی ہوں گی۔ غالباً اسی لئے اب تک اس کا پاؤں کسی چیز سے نہیں ٹکرایا تھا۔

بالکنی سے اندر داخل ہو کر وہ رُک گیا۔ اور کان لگا کر کچھ سُننے کی کوشش کرنے لگا۔ اُسے واضح طور پر فلیٹ میں کسی کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا۔ دبے ہوئے قدموں سے چلتا ہُوا وہ آگے کی طرف بڑھا۔

فلیٹ کے کسی اور کمرے میں شاید لائٹ جل رہی تھی۔ کیونکہ روشنی کے دیواروں کے ٹکرانے کے باعث اس کمرے کے دروازے تک روشنی کا دھندلا سا عکس موجود تھا۔ جس کے باعث اس طویل قامت سائے کے لئے آگے بڑھنا آسان ہو گیا تھا۔

دروازے سے نکل کر وہ ایک سنسان کوریڈور میں نکل آیا۔ اس کے قدم بے آواز تھے۔ اور کان معمولی سے معمولی آہٹ کو سننے کے لئے بیدار۔۔ پھر ایک دم اس کے جسم میں کرنٹ کی لہر دوڑ گئی۔

انسانی غراہٹ کی نہایت مدہم سی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اور اس کے ساتھ ہی لمبے لمبے سانس لینے کی آواز جو یقیناً ایک سے زیادہ آدمیوں کی تھی۔

وہ بے آواز بچھلے قدموں پر چلتا ہُوا اسی کمرے میں آگیا۔

پھر اس نے تیزی کے ساتھ نظریں دوڑائیں۔ اور لپک کر
کونے میں پڑے ہوئے کوچ کے پیچھے گھٹنوں کے بل جھک کر
بیٹھ گیا۔ انسانی غراہٹ اور لمبے لمبے سانسوں کی آوازیں قریب
آتی جا رہی تھیں۔

کوچ کے پیچھے سے اپنی آنکھوں تک سر کو اوپر اٹھائے وہ کمرے
میں داخل ہونے والوں کا منتظر تھا۔



"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے عمران ۔۔۔!"
ٹیلی فون سے نکل کر ایک ناراض اور غصیلی آواز کان کے پردے سے ٹکرائی۔

" خراب ہو گیا ہے ۔۔۔ سے آپ کی کیا مراد ہے ۔؟"
اپنے سر کو اقرار کی حالت میں حرکت دیتے ہوئے اس نے اُلٹے ہاتھ میں دبے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"جہاں تک آپ کی ماہرانہ رائے کا تعلق ہے اس کے مطابق میرا دماغ ہمیشہ سے خراب تھا ۔میرا خیال ہے عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ اپنی ہی کہی ہوئی باتوں کو بھولنے لگے ہیں ۔!"

"شٹ اَپ ۔۔۔!"
ایک دھاڑتی ہوئی آواز اس کے کان سے ٹکرائی۔

"میں تمہاری بے معنی اور فضول باتیں سننے کے لئے بالکل تیار نہیں ۔بغیر کسی احمقانہ بات کے ۔"
سیدھے سیدھے لفظوں میں مجھے بتاؤ کہ آخر اس اشتہار کا کیا

مطلب ہے ؟"

"سر سلطان ۔۔۔ !"

عمران نے آگے کو جھکے ہوئے جسم کو کرسی کی پشت پر ٹکاتے ہوئے مکمل اطمینان بھری آواز میں کہا۔

"غالباً میرا پبلشر اس صدمے کی تاب نہیں لاسکے گا۔!"

"کون تمہارا پبلشر ۔۔۔ کیسا صدمہ ۔۔۔ کیا بکواس کر رہے ہو!"

دوسری طرف سے سر سلطان کی غضبناک آواز سنائی دی۔

"تقریباً تینتیس لاکھ روپے کی کثیر رقم خرچ کرکے اس نے دنیا کے مختلف اخباروں اور رسالوں میں میری کتاب کا اشتہار شائع کروایا ہے اور نہایت توجہ اور محنت کے ساتھ اس اشتہار میں تمام ضروری تفصیلات شامل کی ہیں۔ اس کے باوجود اگر ۔۔۔!"

ایک دم عمران بہک گیا۔

"اس اشتہار کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا تو میرا پبلشر اس مہلک صدمے کے ساتھ جانبر نہیں ہو سکے گا۔!"

"عمران ۔۔۔ !"

سر سلطان کی غصے سے کھولتی ہوئی آواز اُبھری اور اس کے بعد کئی لمحوں تک خاموشی چھائی رہی۔ عمران منتظر کانوں کے ساتھ رسیور تھامے بیٹھا تھا۔

"دیکھو ۔۔۔ میری بات سنو !"

اچانک ہی سرسلطان کا لہجہ نرم پڑ گیا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے خاموشی کے مختصر وقفے میں وہ اپنے کسی فیصلے یا کسی رویے میں تبدیلی کرنے کے بارے میں غور کرتے رہے ہوں۔ لہجے میں اچانک تبدیلی کو اسی خیال سے تعبیر کہا جا سکتا تھا۔

"تم اس وقت عظیم مشن پر ہو۔ ملک سے نکلے ہوئے تمہیں کئی دن ہو چکے ہیں۔ ان دنوں کے اندر اندر یہ تم میں کیا فرق پڑ گیا ہے کہ ایک دم سیکرٹ سروس سے ریٹائر ہونے کا فیصلہ کر لیا اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر سرگرم مجرموں گروپوں کے بارے میں خفیہ معلومات پر مبنی کتاب لکھنے کا پروگرام بھی بنا لیا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں پوری دنیا میں اشتہار بازی کر ڈالی آخر تم . . . !"

"میں نے یہ فیصلہ . . . !"

عمران نے سرسلطان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"بہت سوچ سمجھ کر اور نہایت آسانی کے ساتھ کیا ہے حیرت تو مجھے اس بات کی ہے کہ آپ میرے اس فیصلے پر اتنے پریشان ہیں۔ اس سے پہلے بھی تو میرے اکثر فیصلوں کو آپ کی حمایت حاصل نہیں ہوا کرتی تھی۔ اس بار بھی نہ سہی لیکن آپ کی اس قدر پریشانی میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ ہزاروں میل کے فاصلے سے اتنی صبح ہی صبح آپ کا ٹیلیفون کرنا اور . . . !"

"تم نہیں سمجھتے عمران ــــ تم نہیں سمجھتے . . . جانتے ہو اس اشتہار کے کیا نتائج برآمد ہوں گے۔ خیر ریٹائرمنٹ والے معاملے پر تو میں تم سے اسی وقت نمٹ لوں گا۔ جب تم واپس ملک پہنچ گے لیکن کتاب کے سلسلے میں تمہیں خبردار کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اس اشتہار کے ذریعے تم نے اپنے تمام پوشیدہ اور کھلے دشمنوں کو حملہ آور ہونے کی دعوت دے ڈالی ہے۔

کوئی بھی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے عیبوں کو اور رازوں کو دنیا کے سامنے کھول کر پیش کر دیا جائے۔ پھر یہ معاملہ تو عالمی طور پر شہرت رکھنے والے مجرموں کا ہے۔ ایسے مجرم جو کسی بھی شخص کو ہلاک کرتے ہوئے کسی تعارف کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ تم ایک ایسی کتاب لکھو جس میں ان کے گھناؤنے جرائم کی فہرستیں اور ان کے مستقبل میں خفیہ منصوبوں کے بارے میں تفصیلات کو شائع کر دو۔ ایسے کرنے سے پہلے ہی وہ تمہیں ایک مردہ کتاب کی طرح موت کی لائبریری میں پھینک آئیں گے اور . . . اور . . . یہ بات . . ."

"آپ سمجھ رہے سر سلطان!"

[illegible] اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بوجھل آنکھوں کے ساتھ سامنے بیڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جس پر پڑی چادر پر ایک بھی شکن نہ تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ

اِس گذر چکی ہوئی رات کے کسی بھی حصے میں عمران کے جسم نے اس بستر نہ چھوُا تھا۔

"آپ مطمئن رہیں۔ اور میرے لئے دُعا کریں۔ آپ کو پتہ ہے میں مسلمان بادشاہوں کا ہمیشہ سے مداح رہا ہوں خاص طور پر ٹیپو سلطان کا۔۔۔!"

"میری اس بات سے ٹیپو سلطان کا کیا تعلق ہے۔۔۔!" سر سلطان نے جھلاّ کر پوچھا۔ عمران کا لہجہ تھکا ہوُا ہونے کے باوجود بتا رہا تھا کہ وہ نہایت غیر سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے۔

"کیسے تعلق نہیں ہے۔۔۔!"

عمران نے آنکھیں بند کرتے ہوئے جیسے نیند میں بولتے ہوئے کہا۔

"اُس نے تو کہا تھا کہ گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔"

آپ مجھے زندگی کا خوف دلا دلا کر شیر کی بجائے گیدڑ بننے پر کیوں اُکسا رہے ہیں۔

"میں تمہیں شیر یا گیدڑ جیسا کوئی جانور دیکھنے کی بجائے ایک انسان دیکھنا زیادہ پسند کروں گا۔ صاحب زادے۔"

سر سلطان کی طنز سے بھری ہوئی تیز آواز سنائی دی اور

بے اختیار عمران کے ہونٹوں پر ایک سادہ سی مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔ اسے سر سلطان کا جملہ پسند آیا تھا۔

"ایک انسان ___ جو زندگی کی اہمیت کا شعور رکھتا ہے اور اسے کسی خاص مقصد کے لئے گذارنے کی مثبت کوشش کرتا ہے اپنی تم یہ کتاب شائع کر کے کیا حاصل کر لو گے۔ کیا تمہارے خیال میں یہ لوگ جرائم سے توبہ کر کے عبادت گاہوں یا خانقاہوں میں جا بیٹھیں گے۔ یا تمہاری اس کتاب سے فائدہ اٹھا کر قانون کے محافظ پوری دنیا میں دندناتے ہوئے ان مجرموں کو لگام ڈالنے میں کامیاب ہو جائیں گے یا ___ یا... آخر تم ایسی کتاب سے کیا مقصد حاصل کرنا...!"

"میں اس کتاب سے کوئی مقصد حاصل کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں...!"

ایک بار پھر عمران نے سر سلطان کی بات کاٹی اور کرسی سے اٹھ کر اپنے جسم کو ورزش کرنے کے انداز میں حرکت دینے لگا۔ اس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ سر سلطان کی جرح سے تھکن محسوس کر رہا تھا۔ اور اب موضوع پر گفتگو جاری رکھنے کے موڈ میں نہیں۔

یہ کتاب لکھنے سے میرا مطلب صرف یہ ہے کہ میں ایک مصنف بننا چاہتا ہوں۔ میں ایک ایسی کتاب لکھنا چاہتا ہوں جو

پوری دنیا میں دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے۔ اسی لئے میں نے
کتاب لکھنے کیلئے ایسے موضوع کا انتخاب کیا ہے جو تعداد کے
اعتبار سے پوری دنیا میں سب سے زیادہ دلچسپی کے ساتھ پڑھا
جاتا ہے۔ یہ موضوع منتخب کرنے کی ایک اہم وجہ میرے نزدیک
یہ بھی ہے کہ میں براہِ راست اِس فیلڈ کا عملی تجربہ رکھتا ہوں
اسی لئے اِسے زیادہ حقیقی طریقے سے بیان کر سکتا ہوں... !"
"لیکن ـــ لیکن اس کے نتیجے کے طور پر تمہاری زندگی...
"نتیجے کے خوف میں مبتلا ہو کر میں اپنے دل میں کئے ہوئے
فیصلوں کو تبدیل نہیں کر سکتا... !"
اپنے جسم کو حرکت دینا بند کرتے ہوئے عمران نے سر اٹھا
کر وال ٹو وال شیشے میں سے باہر دیکھتے ہوئے مضبوط آواز
میں کہا۔
"ویسے بائی دی وے جس زندگی کے بارے میں آپ اتنے
پریشان ہیں۔ آخر آدمی اسے کب تک بچا سکتا ہے۔ کیا زندگی گزار
کا نتیجہ موت نہیں ہے۔ یہ زندگی کا نتیجہ...
اسی طرح اگر ہر شخص موت سے خوفزدہ ہو جائے تو زندگی
پھر کس طرح گزاری جا سکے گی۔ اور اس کے علاوہ... !"
"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو... !"
سر سلطان نے گرج کر اس کو جملہ مکمل کرنے سے روک

دیا تھا۔

"بھاڑ میں گئے تم اور تمہارا فلسفہ اور تمہارے فیصلے اور تمہاری کتاب تمہیں شاید پتہ نہیں کہ گزشتہ رات تمہارے فلیٹ پر کیا گزر گئی ہے اور تمہارا وہ حبشی کتا...

جس کا ذکر تمہارے اشتہار میں بحیثیت پرسنل سیکرٹری کے آیا ہے۔ وہاں سے غائب ہے۔

"ہائیں... ایک دم عمران کی تھکن سے بند ہوتی ہوئی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔ اس کے بدن کی تمام رگیں ایک دم تن گئیں۔

"آپ آپ سچ کہہ رہے ہیں۔...!"

عمران نے بے اختیار سی آواز میں کہا۔لیکن ایک دم اسے احساس ہوا۔ کہ ٹیلی فون کے دوسری طرف اس کے سوال کا جواب دینے والا کوئی نہیں۔ سرسلطان اپنا جملہ مکمل کر کے طیش کے عالم میں ٹیلی فون بند کر چکے تھے۔



وہ تعداد میں چار تھے ۔ تین وہ جو اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے تھے اور چوتھا وہ جس کو ان تین میں سے دو نے بازوؤں اور ٹانگوں سے پکڑ کر کسی معذور آدمی کی طرح اٹھا رکھا تھا۔

کوچ کے پیچھے سے نہایت احتیاط کے ساتھ اپنی سانس کی آواز کو ناپید کرتے ہوئے اس طویل قامت آدمی نے دیکھا کہ غراہٹ کی آواز اسی آدمی کے گلے سے نکل رہی تھی۔ جسے ڈنڈا ڈولی کر کے اٹھایا گیا تھا۔

نیم تاریکی کے باوجود یہ پتہ چلانا ممکن تھا کہ وہ آدمی نیگرو ہے ۔ وہ بری طرح زخمی معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ اس کے چہرے کے نقش بری طرح بگڑے ہوئے تھے ۔ اور اس کی آواز میں غراہٹ کے ساتھ ساتھ ایک زخمی کراہ کا احساس بھی ہوتا تھا۔

اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے ایک ہی جیسے لباس میں ملبوس سفید فاموں نے کمرے سے نکل کر بالکنی کا رخ کیا پھر وہ بالکنی

میں رُک گئے تھے۔

"اِسے مکمل خاموش کر دو بڈی۔"

ایک خاص لہجے میں کہا گیا۔ انگریزی کا یہ جملہ سرگوشی ہی میں ادا ہوا تھا۔ لیکن فاصلہ زیادہ نہ ہونے کے باعث کوچ کے پیچھے چھپے ہُوئے آدمی کے کانوں تک پہنچ گیا۔ بالکنی میں چلے جانے کے بعد وہ لوگ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے اور اب وہ ان آدمیوں سے محض آواز ہی کے ذریعے رابطہ قائم رکھا جاسکتا تھا۔

ایک مدھم سی آواز اُبھری جیسے جسم پر کوئی کاری ضرب پڑنے کی آواز ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہچکی جیسی ایک کراہ سنائی دی۔ اور نیگرو کے منہ سے نکلنے والی غراہٹ ختم ہو گئی۔

"اسے میں اپنے ساتھ لے کر اتروں گا۔"

وہی آواز دوبارہ اُبھری۔ انداز وہی سرگوشی کا تھا۔ لیکن لہجے کے فیصلہ کُن ہونے کے باعث یہ اندازہ آسان تھا کہ وہ یقیناً ان تینوں میں سے سینئر ممبر ہے۔

"لیکن کس طرح... یہ تو بہت مشکل ہے ڈیوڈ...!"

ایک دوسری سرگوشی نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"کوئی مشکل نہیں...!"

وہی پہلی والی آواز آئی۔ غالباً اسی آواز کے مالک کو ڈیو

کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا۔
جس وقت تم اس کے ساتھ زور آزمائی کر رہے تھے تو میں اسے یہاں سے لے جانے کے منصوبے پر ہی غور کر رہا تھا۔ یہ دیکھو یہ چادر... کیا تم نے کبھی کھیتوں میں فصل چنتی ہوئی عورتوں کو دیکھا ہے...“

”اوہ...!“

ایک ساتھ دو مدھم آوازیں اس طرح ابھریں جیسے وہ اس نیگرو کو لے جانے کے منصوبے کو پوری طرح سمجھ گئی ہوں۔

”کیا تم اسے چادر کے ذریعے اپنی کمر کے ساتھ باندھ لوگے؟“ ایک آواز نے پوچھا۔

”جیسے کپاس چننے یا چائے کے باغات میں کام کرنے والی عورتیں اکٹھی کی ہوئی چیزوں کو سنبھالنے کے لئے گردن اور کمر کے گرد کپڑا باندھ کر تھیلے کی طرح کی کوئی چیز بنا لیتی ہیں۔“

”تم خاصے سمجھ دار ہوتے جا رہے ہو بڈی۔“

”ٹیوڈنام کے آدمی کی خوش دلی کے ساتھ کی گئی سرگوشی سنائی دی۔ پھر اس کے ساتھ ہی خاموشی چھا گئی۔ البتہ بالکنی سے ہونے والی نہایت ہلکی آواز کی سرسراہٹ سے پتہ چلتا تھا کہ جیسے نیگرو کو ہمراہ لے جانے کا بندوبست کیا جا رہا ہو۔

کوچ کے پیچھے چھپے ہوئے آدمی نے اپنا سر گردن تک اُوپر
اُٹھایا اور نیم تاریکی میں غور سے بالکنی میں کھلنے والے دروازے
کی طرف دیکھا۔

وہ لوگ اُسے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اس کا مطلب
یہ تھا کہ وہ بھی ان کی نظروں سے محفوظ ہے۔ بہت آہستگی کے
ساتھ کوئی آواز پیدا کئے بغیر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ پھر اس
نے اپنا ہاتھ اُوپر اُٹھا کر عجیب و غریب ساخت کے سیاہی مائل
ریوالور کو دیکھا جو کچھ لمحے پہلے کوچ کے پیچھے چھپنے کے دوران
ہی میں اس نے اپنے لباس کی کسی جیب سے برآمد کر
لیا تھا۔

اس کی آنکھوں کو ایک اس طرح کے سیاہ فیتے نے اپنے
فریم میں لے رکھا تھا۔ جو عام طور پر بحری قزاق یا دیگر لیٹرے
استعمال کرتے ہیں۔ ایک نظر دیکھنے پر کوئی بھی شخص اسے
بنک میں ڈاکہ ڈالنے والا یا نقب زن ہی تصوّر کر سکتا تھا۔ اس
فلیٹ میں اس کی موجودگی اس کے حلیئے اور اس کی نیّت کو
ثابت کرنے کے لئے کافی تھا۔

پوری طرح چوکنّا ہو کر اس نے ہوشیاری کے ساتھ قدم
اُٹھایا اور کوچ کے پیچھے سے نکل آیا۔ پھر کمرے کے وسط میں پہنچ
کر وہ رُک گیا۔ اس کا ریوالور والا ہاتھ بالکنی والے درواز

کی طرف اُٹھا ہُوا تھا۔ وہ کسی بھی طرح کے حالات کے لئے تیار دکھائی دیتا تھا۔

بالکنی میں سرسراہٹ کی بجائے اب ایسی آواز اُبھر رہی تھی جیسے وہ لوگ بالکنی کے راستے اس فلیٹ سے رخصت ہو رہے ہوں۔

پھر وہاں کھڑے کھڑے ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں اُس نے محسوس کیا کہ اب بالکنی میں کوئی نہیں۔ بے آواز قدموں سے چلتا ہُوا وہ طویل سایہ بالکنی کے دروازے کی اوٹ میں پہنچا اور اپنے اندازے کو یقین میں بدلنے کے لئے سر کو ذرا آگے بڑھا کر بالکنی میں جھانکا۔ بالکنی خالی تھی۔

صرف ایک قدم آگے بڑھا کر وہ بالکنی میں داخل ہو چکا تھا۔ پھر اسی طرح آواز پیدا کئے بغیر چلتا ہُوا وہ بالکنی کی منڈیر پر پہنچا۔ اور احتیاط کے ساتھ سر جھکا کر نیچے کی طرف دیکھا دور دور تک کہیں ان تینوں کا نام و نشان تک نہیں تھا جو ابھی محض دو منٹ پہلے یہاں اسی فلیٹ میں موجود تھے۔

اس نے تلاش میں دائیں بائیں عقبی سڑک پر نظریں دوڑائیں لیکن اسے تلاش میں ناکامی ہُوئی۔ پھر بے اختیار اُس کی نظر اُوپر کی طرف اُٹھ گئی اور ایک مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر اُبھر آئی۔ وہ حقیقت کی تہہ تک پہنچ گیا۔

"وہی راستہ"
اس نے پُراسرار انداز میں سر کو حرکت دی۔ اور کمر کے ساتھ بندھی ہوئی اس رسی کو تھپتھپایا۔ جس کے ذریعے وہ تھوڑی دیر پہلے چھت پر سے یہاں اس بالکنی میں اُترا۔ اس کے دل میں اطمینان کی ایک لہر دوڑ گئی۔ دراصل اس رسی کے ذریعے ہی وہ سیڑھی بنایا یا تھا۔ البتہ سیڑھی بنانے کا طریقہ اس نے ایسا اختیار کیا تھا کہ نیچے اُترنے کے بعد ایک طرف سے رسّی کھینچتے چلے جانے پر وہ واپس ایک رسّی کی شکل میں ——— ہاتھ میں آتی چلی جاتی تھی۔ اگر وہ رسّی بنانے کا بہتر آزمودہ طریقہ استعمال نہ کرتا اور اُسے ویسی ہک کے ساتھ لٹکا رہنے دیتا تو ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی اُسے دیکھ کر مشکوک ہو سکتا تھا اور پھر اس کے بعد۔

طویل قامت آدمی نے لمبا سانس لے کر ذہن میں اس واقع کا تصوّر کیا جو ابھی ابھی رونما ہونے سے رہ گیا تھا۔ اور تیزی سے واپسی کے لئے پلٹا۔

بالکنی کے دروازے سے اندر داخل ہو کر وہ کمرے سے بھی گزرتا چلا گیا۔ پھر راہداری عبور کر کے وہ پوری طرح فلیٹ کے وسط میں پہنچ چکا تھا۔ لیکن عین اسی وقت اس نے محسوس کیا کہ فلیٹ میں کوئی شدید قسم کی گڑبڑ ہے۔

سامنے چوپٹ کھلے ہوئے دروازے میں سے ایک بیڈروم کا منظر دیکھ کر اس نے محسوس کیا کہ کمرے میں ابھی کچھ دیر پہلے کوئی سخت طوفان تیزی سے آکرجا چکا تھا۔

تیز تیز قدموں سے وہ اسی کمرے کے دروازے پر پہنچا اور گہری نظروں سے کمرے کی ابتری کا جائزہ لیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ اس حبشی نے بھرپور مدافعت کی ہے۔۔۔!"

اس نے تفتیش کے انداز میں کمرے کو دیکھتے ہوئے زیرلب کہا۔

کمرے کی سب چیزیں اُلٹ پلٹ ہو رہی تھیں اور بستر پہ نہایت بدتمیزی کے ساتھ پڑی ہوئی شکنوں کے علاوہ کچھ ایسے دھبے بھی دکھائی دے رہے تھے جو یقیناً خون کے دھبے ہی رہے ہوں گے۔

کمرے میں داخل ہو کر وہ بستر پر کمر کے بل جُھک گیا واقعی وہ خون تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ دھبے اُسی گھائل حبشی ہی کے خون کے تھے۔

بستر کی دائیں جانب شراب کی ایک بوتل فرش پر پڑی تھی۔ اور اس سے بہہ نکلنے والی شراب نے فرش کے خاصے حصّے کو گیلا اور آلودہ کر دیا تھا۔

اس آدمی نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر بستر کی ایک سلوٹ کے

نیچے دبی ہوئی کوئی چیز نکالی اور اُوپر اُٹھاتا ہوا اُسے آنکھوں کے نزدیک لے گیا۔ وہ تقریباً شہادت کی انگلی کے برابر کانسی کا بنا ہوا ایک تیر تھا۔ جس کی نوک خون میں بھیگی ہوئی تھی۔ طویل قد کے آدمی نے اُسے بستر کی چادر سے اچھی طرح پونچھا اور احتیاط کے ساتھ لباس کی واضح طور پر دکھائی نہ دینے والی کسی جیب میں ڈال لیا۔ پھر اس نے طائرانہ نظروں سے پورے کمرے کا جائزہ لیا اور گردن کو اطمینان بھرے انداز سے ہلاتا تیزی کے ساتھ باہر نکل آیا۔

اگلے دو ڈھائی منٹ ہی کے دوران وہ پورے فلیٹ کا مکمل جائزہ لے چکا تھا۔ تقریباً سبھی چیزیں الٹی پلٹی ہوئی تھیں۔ لگتا تھا وہ تینوں سفید فام فلیٹ کی ایک ایک چیز کو علیحدہ علیحدہ دیکھ کر جا چکے ہیں۔

ایک کمرے میں داخل ہوتے ہوئے وہ دروازے پر رُک گیا اور جُھک کر غور سے لاک کو دیکھا۔ جہاں تازہ ضربوں کے نشان اس بات کی چغلی کھا رہے تھے کہ اس کمرے کو لاک توڑ کر کھولا گیا ہے۔

اس کمرے کے اندر آرائش اور رہائش سامان کی بجائے تمام تر الیکٹرونکس کا سامان تھا۔ جو بُری طرح تباہ ہو چکا تھا۔ مختلف تاریں اور بٹن اپنی جگہوں سے اُکھڑے ہوئے تھے۔

بعض درازیں ابھی تک کھلی اور ادھ کھلی تھیں جیسے انہیں ایک بار کھول کر بند کرنے کی زحمت کو ضروری نہ سمجھا گیا ہو۔

طویل قامت آدمی نے اب ریوالور جیب میں ڈال کر ٹارچ روشن کر لی تھی۔ جس کی تیز لیکن محدود دائرے کی روشنی میں وہ دلچسپی اور توجہ کے ساتھ اس الیکٹرونکس کے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کام میں اس نے برق رفتاری کا مظاہرہ کیا تھا۔

اس کے ہاتھ تیزی سے ادھ کھلی درازوں اور بند درازوں کو کھول اور بند کر رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے بھی پچھلے تین آدمیوں کی طرح یہاں کسی چیز کی تلاش ہو۔

اچانک ایک دراز کو جھٹکے سے کھولنے کی کوشش میں درازیں لگے ہوئے ہینڈل سے علیحدہ ہو گئیں۔

"اوہ ... !"

اس کی مسرت بھری آواز سے اندازہ ہوتا تھا جیسے اس کے اندر امید کی کوئی لہر دوڑ گئی ہو۔ یہ ایک مختلف تاروں اور بٹنوں میں جکڑی ہوئی میز کی سب سے نچلی دراز تھی۔ جو شاید ان تینوں کی گرفت سے باہر رہی تھی۔

جلتی ہوئی ٹارچ کو میز پر رکھ کر اس آدمی نے اپنی

ں پر رگڑتے کے انداز میں پھرا۔ اور اگلے ہی لمحے
بی پوشیدہ جیب سے ایک باریک تار برآمد کیا۔ پھر تیزی
سے جھک کر اس نے وہ تار دراز کے باریک سوراخ میں
داخل کر کے اپنے مخصوص انداز میں تار کو حرکت دی۔
"کٹاک ..." کی مدھم لیکن کیلی سی آواز کے ساتھ اس
کا ہاتھ ۔۔۔۔۔۔ کی طرح بڑھتا اور دراز
کھلتی چلی گئی۔
دراز کھلتے ہی اس کا ہاتھ تیزی سے سرک کر دراز کے
اندر داخل ہو گیا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے میز پر پڑی
ٹارچ کو اٹھا کر اس کی مدد سے روشنی کر کے دراز کے اندر
جھانکا۔ محض چند سیکنڈز کے بعد اس کا ہاتھ جب باہر نکلا
تو اس کی انگلیوں میں تقریباً آٹھ انچ لمبی اور چار انچ
چوڑی کوئی چیز تھی۔
ہاتھ اوپر اٹھا کر اس نے ٹارچ کی روشنی میں اس کا
بھرپور نظروں سے جائزہ لیا اور بے اختیار اس کے ہونٹوں
کے کونوں سے ایک تیز سرسراہٹ نکل کر کمرے میں پھیل گئی
آواز ایسی تھی جیسے سائیکل کے پہیے سے ہوا نکل رہی
تھی۔ اس کی آنکھوں کی چمک ایک دم بڑھ گئی۔
وہ وڈیو فلم کیسٹ کا ڈبہ تھا جس پر انگریزی میں واضح

الفاظ کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔

"سیکرٹ رپورٹ نمبر تھری۔ڈیول اینڈ کو"

کیسٹ کیس کو ہونٹوں سے لگا کر اس نے ایک چٹاخ کی آواز سے بھرا ہوا بوسہ دیا۔ اور تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا پھر وہ راہ داری اور اس سے اگلے کمرے کو عبور کرتا ہوا ایک بار پھر بالکنی میں داخل ہو گیا تھا۔ منڈیر کے نزدیک پہنچ کر اس نے تیز نظروں سے عقبی سڑک کا دُور دُور تک جائزہ لیا۔ پھر اس کی نظریں شمالی سمت میں دُوران دو سرخ نکتوں پر جم گئیں۔ جو یقینی طور پر کسی بھاری بھرکم گاڑی کی بیک لائٹیں رہی ہوں گی۔

"لے جاؤ... اسے لے جاؤ... لیکن یہ... !"

اس نے وہیں کھڑے ایک بار پھر کیسٹ کیس کو بوسہ دیا۔ اور سرخ نکتوں کو تاریکی میں معدوم ہوتے ہوئے دیکھتا رہا۔

فتح مندی کے ایک مغرور احساس نے اُسے لمحہ بھر کے لئے اپنے گردو پیش سے مکمل طور پر بے خبر کر دیا تھا۔

غفلت اور بے خبری کا یہی علم تھا۔ جب اچانک ہی ایک کھٹکے پر وہ تیزی سے پلٹا۔ لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔

عمران کے فلیٹ کی بالکونی میں کھڑے ہوئے طویل قد کے
ہ پوش نے آہٹ پاتے ہی کسی چیتے کی طرح پلٹ کر دیکھا
. اُسی بے ترتیبی سے پلٹے ہوئے جسم کے ساتھ ساکن ہوگیا۔
بالکونی اور کمرے کے درمیان حد فاصل قائم کرنے والے
دازے میں ایک پستہ قد آدمی اپنا سیدھا ہاتھ آگے کی
ن پھیلائے نیزے کی انی جیسی نوکیلی آنکھوں سے سیاہ
ں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا آگے کی طرف بڑھا ہوا ہاتھ
ں نہیں تھا۔ سیاہ پوش نے اندازہ لگایا کہ اس پستہ قد
ں نے کم از کم دو فٹ طویل ———— ایک پتلی چھڑی
ے رکھی ہے۔
لیکن کیا؟ یہ صرف ایک چھڑی ہے۔
سیاہ پوش کے ذہن میں اس خیال کا پیدا ہونا ایک فطری
ی۔ لیکن اس سوال کا جواب معلوم نہ ہونے کے باعث
ہونے والی الجھن ہی تھی جس نے اُسے انہی قدموں پر

ساکت ہو جانے پہ مجبور کر دیا تھا۔ جن قدموں پر کہ وہ پلٹا تھا۔

پستہ قد چھڑی والے کے چہرے کے نقوش واضح طور پہ دکھائی نہ دے رہے تھے۔ لیکن نہایت مدھم روشنی کے باوجود یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ ایشیا کے کسی ایسے خطے سے تعلق رکھتا تھا کہ جہاں کے لوگ عام طور پر مغرب میں پیلی رنگت رکھنے والے لوگ کہلاتے ہیں۔ جاپان اور چین سے لے کر سیلون، برما اور ویت نام تک...

سیاہ پوش قطعی طور پہ اس کا فیصلہ کرنے سے قاصر تھا کہ اس آدمی کا تعلق کس ملک سے ہو سکتا ہے۔

"یہ مجھے دے دو..."

سیاہ پوش کے پلٹنے اور ساکت ہونے کے صرف ایک لمحے بعد اس پستہ قد آدمی کے منہ سے بڑبڑاہٹ کے انداز میں نکلنے والے مختصر جملے نے ان دونوں کے درمیان موجود اجنبیت اور دہشت کے ایک پُر خلا سناٹے کو آن واحد میں توڑ دیا۔

پستہ قد والے نے یہ جملہ کہتے ہوئے اپنی چھڑی کی نوک کو موہوم سی حرکت دیتے ہوئے سیاہ پوش کے ہاتھ میں دبے ہوئے کیسٹ کیس کی طرف اشارہ کیا تھا۔

سیاہ پوش نے پستہ قد آدمی کی نظروں سے جڑا ہوا

اپنی نظر کا تار توڑ کر ایک لحظہ کو ہاتھ میں دبے کیسٹ کیس
کی طرف دیکھا اور تیزی سے اپنے پہلو کے ساتھ چپکا لیا۔
"یہ مجھے دے دو۔۔۔!"
پستہ قد آدمی نے اسی بڑبڑاتی ہوئی آواز میں اپنا
لہ دوہرایا۔ لیکن اس کے انداز سے معلوم ہوتا تھا۔
ہ یہ جملہ وہ پہلی ہی مرتبہ ادا کر رہا ہے۔
"کون ہو تم۔۔۔؟"
سیاہ پوش نے اپنا کیسٹ والا بازو پہلو کے ساتھ اسی
رح چپکائے ہوئے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔
اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اس پیلی رنگ ...لے پستہ
ر آدمی کی مداخلت اسے پسند نہیں آئی۔
"یہ جگہ ایسے سوالات کے لئے مناسب نہیں ہے مسٹر۔۔
ھر کبھی سہی۔ فی الحال تم یہ کیسٹ میرے حوالے کرو۔۔۔!"
لیکن اس سے قبل کہ پستہ قد اپنا جملہ مکمل کرتا طویل قامت
اہ پوش نے پلک جھپکنے کے عرصے سے بھی کم مدت میں برق رفتاری
ے ساتھ اپنے جسم کو قوس کی شکل میں حرکت دیتے ہوئے اپنے
ر پستہ قد والے کے درمیان فاصلے کو کم کرتے ہوئے اپنی ذہنی
ف اس طرح فضا میں گھما دی تھی جیسے وہ کسی زمانے میں
ے ڈانسر رہا ہو۔

ٹانگ فضا میں گھومی اور اپنا نیم دائرہ مکمل کرتی ہوئی پستہ قد والے کے کندھے پر پڑی۔ اس کے منہ سے تکلیف سے بھری ہوئی ایک کراہ نکلی اور اس کا جسم کسی ڈوبتے ہوئے بحری جہاز کی طرح ایک طرف کو جھکتا چلا گیا۔

سیاہ پوش نے اپنی ٹانگ کا وار کارگر دیکھ کر درمیان کا باقی ماندہ فاصلہ بھی ختم کر لیا اور اپنا خالی ہاتھ فضا میں کسی ہتھوڑے کی طرح بلند کیا۔ اس کے ہاتھ کی چاروں انگلیاں آہنی سلاخوں کی طرح سیدھی اور اکڑی ہوئی تھیں۔ اور انگوٹھا ان انگلیوں سے الگ پینتالیس درجے کے زاویے پر عمودی انداز میں سیدھا کھڑا ہوا تھا۔

بازو کو عمودی انداز میں بلند کرنے اور پھر بجلی کی سی تیزی سے اُسے واپس نیچے لانے میں سیاہ پوش کو زیادہ وقت نہیں لگا۔ لیکن مارشل آرٹ کا یہ کاری وار اس بار اپنا کام پورا نہیں کر سکا۔

جوں ہی سیاہ پوش کا ہاتھ نیچے گرا۔ پستہ قد آدمی نے اپنے سر پر ٹوٹنے والی اس آفت سے بچنے کے لئے جسم کو تیزی سے حرکت دی اور اس کے ساتھ ہی اپنے ہاتھ میں تھامی ہوئی چھڑی کو سیاہ پوش کی شہ رگ پر اس طرح ٹکا دیا۔ جیسے وہ کوئی آتشیں ریوالور یا خونی چاقو جیسا کوئی

ہتھیار رہا ہو۔

سیاہ پوش کا جسم ایک بار پھر ساکت ہو گیا۔ دراصل وہ اس چھڑی کے بارے میں کسی بھی طرح کا علم نہ ہونے کے باعث اس سے خائف تھا۔ وہ کسی بھی طرح کا مہلک رسک لینے پر تیار نہیں تھا۔

"یہ مجھے دے دو۔۔۔!"

پستہ قد نے ایک بار پھر سرد اور غیر متعلق سی آواز میں بڑبڑا کر کہا۔ سیاہ پوش کی ایک تکلیف دہ ضرب بہرکراہ چکنے کے باوجود اس کے لہجے یا رویے میں کوئی جارحیت یا تیزی پیدا نہیں ہوئی تھی۔

سیاہ پوش نے اپنی شہ رگ پر ٹکی ہوئی چھڑی کو دیکھا اور اس سے پرے اس آدمی کے پھیلے ہوئے بازو کو اور اس سے کچھ اور پرے خود اس آدمی کو اور عین اسے لمحے سر کو پیچھے کی طرف جھٹکا دے کر اپنا جسم بے جان تختے کی طرح بالکونی کے فرش پر گرا دیا۔

فرش پر گرنے کے لمحے ہی میں اس کا جسم اسپرنگ کی طرح دوبارہ فضا میں بلند ہوا۔ اور تیر کی طرح اس پستہ قد کی طرف بڑھا۔ اگر اس وقت کوئی شخص وہاں یہ منظر دیکھنے کے لئے موجود ہوتا تو سیاہ پوش کو ایک آدمی کی بجائے اسپین

سے منگوایا گیا کوئی بُل ہی سمجھتا۔ اس کا پستہ قد آدمی کی طرف بڑھنے کا انداز ایسا ہی تھا۔

لیکن اس کے جواب میں پستہ قد آدمی نے جو حرکت کی۔ وہ بھی یقینی طور پر کسی بُل فائٹر ہی کا کام ہو سکتا تھا۔ اپنے جسم کو ذرا سا ترچھا کر کے وہ پیلا آدمی تیزی سے اپنی طرف بڑھتے ہوئے سیاہ پوش انسانی بُل کی زد سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

سیاہ پوش اپنی تیزی اور بے دھیانی کے باعث دروازے سے گذر کر کمرے میں داخل ہوتا چلا گیا اور جوں ہی اس کا احساس کر کے وہ پلٹا دروازہ بلاک ہو چکا تھا۔

پستہ قد آدمی دروازے میں اپنے دونوں پاؤں پھیلائے حسبِ معمول اپنی چھڑی آگے کی طرف بڑھائے نوکیلی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آخری مرتبہ . . . !"

پستہ قد نے غیر متعلق انداز میں سرگوشی کی۔

"میں آخری مرتبہ تم سے کہتا ہوں کہ یہ مجھے دے دو . . . !"

"نہیں . . . یہ ممکن نہیں . . . مجھے جانے دو !"

لمبے قد کے سیاہ پوش نے بگڑی ہوئی لیکن مدھم آواز میں کہا۔

وہ خائف معلوم ہوتا تھا۔ اور بیزار بھی۔

ایک دم چھڑی بردار پستہ قد آدمی کسی پرندے کی طرح دونوں پیر جوڑ کر فضا میں اُڑا پھر اس کے اور سیاہ پوش کے درمیان فاصلہ اتنا کم رہ گیا کہ وہ اپنی چھڑی کو بڑھا کر اس کی نوک ایک بار پھر سیاہ پوش کی شہ رگ پر ٹکا سکتا تھا۔ لیکن اس بار اس نے ایسا نہیں کیا اور اس سے پہلے کہ سیاہ پوش اس کی اس حرکت کا مطلب سمجھ کر کوئی جوابی اقدام سوچتا۔ چھڑی فضا میں بلند ہوئی اور ہوا کو کاٹنے کی ایک تیز سنسناتی ہوئی آواز کے ساتھ اس کی کن پٹی پر پڑی۔

سیاہ پوش کے منہ سے ...سی... کی ایک تیز آواز سسکاری کی طرح نکلی۔ یقیناً اس کا سیاہ لباس بید کی جیسی پتلی اور لمبی اس چھڑی کی تکلیف بھری ضرب سے نہیں بچا سکا تھا۔ کنپٹی پر پڑنے کے بعد چھڑی جیسے جادو کی چھڑی میں تبدیل ہو گئی تھی۔

ایک دو تین چار پانچ چھ سات ... اور اس کے بعد شمار کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ پستہ قد آدمی کا بازو مشینی انداز میں حرکت کر رہا تھا اور اس کے بعد اس کے بازو کے ساتھ ساتھ ہاتھ میں دبی ہوئی چھڑی بھی اسی رفتار کے

ساتھ متحرک تھی۔

طویل سیاہ پوش کے جسم کا کوئی حصّہ ایسا نہیں تھا جو اس چھڑی کی ضربوں سے محفوظ رہا ہو۔ وہ فرش کے ایک محدود اور مخصوص حصّے پر کھڑا بار بار اپنے پَیر زمین سے اٹھاتا اور رکھتا۔ اپنے جسم کو بچانے کے لئے دائیں بائیں جھُولتا حرکت کرتا جا رہا تھا۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے جسم پر پڑنے والی ضربیں صرف ایک چھڑی کی نہیں۔ بلکہ اَن گنت لوگ ایک ہی جیسی چھڑیاں اس پر برسا رہے ہوں۔ اس نے اس اَن گنت چھڑیوں سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کے دَوران خود کو آہستہ آہستہ بے بس ہوتا ہُوا محسوس کیا۔ پستہ قد آدمی اس کے چاروں طرف سرکس کے کِسی کرتب باز کی طرح پھُرتی سے گھُومتا ہُوا جادوئی طریقے پر چھڑی کے وار کر رہا تھا۔

پھر اچانک چھڑی کا ایک تڑپا دینے والا وار سیاہ پوش کے اسی ہاتھ کی پشت پر پڑا۔ جس میں کیسٹ دبا ہُوا تھا۔ ضرب کی تکلیف سے بے اختیار اس کی اُنگلیاں کھُلتی چلی گئیں اور کیسٹ نکلتا ہُوا فرش پر آن گرا۔ سیاہ پوش نے چھڑی کی اُن ضربوں کے دَوران ہی جھُک کر کیسٹ اٹھانا چاہا۔ اُس کی اُنگلیوں نے زمین پر پڑے کیسٹ کو چھُوا اور اطمینان

کی ایک لہر اس کے بدن میں دوڑ گئی لیکن یہ لہر اس کے جسم کے اندر اپنی گردش پوری کرنے سے پہلے ہی اس طرح منجمد ہو گئی۔ جس طرح ٹیلی ویژن کا کوئی سین کسی فنی خرابی کے باعث اچانک ساکت ہو جائے۔

اس کی انگلیوں میں دبا ہُوا کیسٹ زمین سے نہیں اُٹھ سکا تھا۔ پستہ قد آدمی کا چوڑے پنجے والا بوٹ، کیسٹ اور ہاتھ پر اچانک ہی آ کر جم گیا تھا۔

سیاہ پوش نے بوٹ کے نیچے دبے ہوئے اپنے ہاتھ اور کیسٹ سے نظر ہٹا کر سر اوپر اٹھایا اور پستہ قد آدمی کی نظروں میں نظریں ڈال کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن نظروں کا تار قائم ہونے سے پہلے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے اس کی ٹھوڑی پر پڑنے والی گھٹنے کی نپی تُلی چوٹ کچھ ایسی ہی تڑپا دینے والی تھی۔

وہ اُلٹ کر پشت کے بل فرش پر گرا۔ اس کا سر بلبلا دینے والی چوٹ کے ساتھ فرش سے ٹکرایا اور اس سے پہلے کہ وہ تاریکی کے بے کنار اندھے کنویں میں پوری طرح اُتر جاتا۔ اس نے پستہ قد پیلے رنگ والے آدمی کو چھڑی سمیت اپنے سینے پر جھکتے ہوئے دیکھا۔

اس کے بعد وہ کچھ نہ جان سکا۔ اس کی آنکھیں بے پناہ

دباؤ کے تحت از خود بند ہو تی گئیں اور اس کا سر ایک طرف کو ڈھلک گیا۔ گھٹنے کی ضرب کے باعث منہ سے بہہ نکلنے والے خون کی باریک لکیر چہرے کو کراس کرتی ہوئی گردن پر بہہ نکلی تھی۔ اور اب کسی بھی لمحے فرش کو داغ دار کرنے والی تھی۔



"صفدر کیا تم اُسے دیکھ سکتے ہو۔۔۔؟"
بلیک زیرو نے ایکس۔ٹو کی بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
اس کی آنکھیں دُوربین کے ساتھ چپکی ہوئی تھیں۔جو تقریباً
ایک فٹ اُونچے سٹینڈ کے ساتھ فکس تھی۔
جس کھڑکی میں وہ اس وقت کھڑا تھا۔وہ ایک سرکاری
عمارت کی چوتھی منزل پر واقع تھی۔سرکاری عمارت عمران کے
فلیٹ والی عمارت سے بہت تھوڑے فاصلے پر تھی۔لیکن فلیٹوں کی
بالکونیوں کے راستے دکھائی دینے والے اندر کے منظروں کا جائزہ لینے
کے لئے دُوربین بہر حال ایک ضروری اور مفید چیز تھی۔جو اس
وقت بلیک زیرو کے پاس موجود تھی۔
کمرے میں نیم تاریکی تھی اور وہاں موجود قیمتی، ماڈرن اور
نفیس فرنیچر کا غور کے ساتھ جائزہ لینا ممکن نہ تھا۔کمرے میں بلیک
زیرو کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔صفدر کو مخاطب کر کے اس نے
جو جملہ کہا تھا۔وہ اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے ایک ٹرانسمیٹر ریسیور

ٹرانسمیٹر کو منہ کے نزدیک لاکر کہا تھا۔

اس کا مطلب تھا کہ صفدر اس وقت کم از کم اس کمرے یا اس عمارت سے ہٹ کر کہیں اور موجود تھا۔ لیکن یہ بھی ظاہر تھا کہ وہ کسی ایسی جگہ موجود ہے جہاں سے وہ اس شے کو دیکھ سکتا تھا۔ جس کا ذکر بلیک زیرو نے کیا۔

"یس سر! میں دیکھ سکتا ہوں۔ ...!"

بلیک زیرو نے اپنے ٹرانسمیٹر پر صفدر کی جانی پہچانی آواز سنی اور سر کو اس طرح حرکت دی جیسے صفدر کے جواب سے اُسے بہت اطمینان ہوا ہو۔

"لیکن یہ اُن دو میں سے ایک ہے سر!"

صفدر کی آواز معمولی وقفے کے بعد دوبارہ اُبھری۔

"وہ لمبا سیاہ پوش جو پہلے گیا تھا۔ وہ شائد ابھی فلیٹ ہی میں ہے۔ یہ دوسرا پہلا ٹھنگنا تو اس کے کچھ دیر کے بعد...!"

"پہلے یا بعد سے کچھ فرق نہیں پڑتا صفدر...!"

بلیک زیرو نے ایکس۔ ٹو کی حیثیت میں قدرے درشت لہجے کے ساتھ کہا۔

"فرق صرف جیتنے یا ہارنے سے پڑتا ہے۔ تمہیں تو تاریخ اور فلسفے سے کافی شوق رہا ہے... کیوں!"

"یہ... یہ... یس سر!"

صفدر کی گڑ بڑائی ہوئی آواز سنائی دی ۔ ایکس ٹو کے لہجے کی درشتی اور سرد مہری عام طور پر سیکرٹ سروس کے کارکنوں کو اسی طرح گڑ بڑا دیا کرتی تھی۔

"بہر حال اب تمہاری باری ہے !"

بلیک زیرو نے دوبارہ اپنے معمول کے لہجے میں کہا۔

اسے اطمینان کے ساتھ نیچے اُترنے دو۔ اور اچانک اس پر قابو پانے کے لئے کوشش کرو۔ خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے"

"آل رائٹ سر... میں تیار ہوں لیکن وہ با پوشش...!"

"اس کی پرواہ مت کرو۔ اس ٹھگنے آدمی نے اُسے آئندہ ایک گھنٹے تک اپنے قدموں پر کھڑا رہنے کے قابل نہیں چھوڑا لہٰذا اسے قابو ہی میں سمجھو البتہ اس آدمی سے ذرا بچ کر۔ اوور اینڈ آل ...!"

دُوربین کے ساتھ جڑی ہوئی آنکھوں کو لمحہ بھر کے لئے ہٹا کر بلیک زیرو نے ہاتھ میں دبا ہوا ٹرانسیٹر کھڑکی کے نیچے ذرا ہٹ کر پڑی ہوئی تپائی پر رکھا اور ایک سانس لے کر بغیر دوربین آنکھیں سکیڑ کر دُور نیم تاریک فضا میں دیکھا۔ اس کے ماتھے پر ایک گہری سوچ کی غمازی کرنے والا بل دکھائی دے رہا تھا۔ اِس پستہ قد آدمی نے اسے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ خود کو صفدر کی مدد کے لئے تیار رکھے۔

ابھی کچھ دیر پہلے اس نے دُوربین پر عمران کی بالکونی اور پھر کمرے میں اس سیاہ پوش کا جو حشر ہوتے دیکھا تھا وہ اس بات کا اندازہ لگانے کے لئے کافی تھا کہ اس آدمی کے پاس دوبدو لڑائی کی جدید ترین ٹیکنیک کے علاوہ مشرق کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے بعض ایسے پُراسرار داؤ بھی ہیں جن کا توڑ مغرب کے رائج طریقۂ لڑائی سے نہیں کیا جا سکتا۔ ظاہر ہے ایسے آدمی سے نمٹنے کے لئے آدمی کو کافی سوچنا پڑتا ہے۔

بلیک زیرو نے ایک بار پھر آنکھیں دوربین کے ساتھ چپکائیں اور شیشے کے دائرے میں دور فلیٹ والی عمارت میں لگے پائپ کے ذریعے ایک سائے کو نیچے کی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ ابھی تک اس نے کسی ایسے انسانی سائے کو وہاں نیچے حرکت کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ جس کو وہ صفدر کی حیثیت سے شناخت کر سکتا اس کا مطلب تھا کہ صفدر ابھی تک کہیں آس پاس ہی کسی آڑ کے پیچھے چھپا ہوا مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ پھر جوں ہی سائے نے زمین پر پاؤں رکھا۔ بلیک زیرو نے دیکھا کہ اچانک فضا میں کسی عقاب کی طرح کوئی چیز بلند ہوئی اور پائپ کے ذریعے نیچے اُترنے والے سائے پر پڑی۔

لمحہ بھر کے لئے بلیک زیرو کے لئے یہ تعین کرنا ممکن نہ رہا کہ وہ

جان سکے کہ فضا میں اُڑنے والی چیز دراصل کیا ہے کیونکہ دونوں سائے ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو گئے تھے۔ لیکن فوراً ہی اسے اس پریشانی سے نجات مل گئی۔ دونوں سائے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے حرکت کرتے ہوئے دائیں بائیں ہلنے لگے اس کا مطلب تھا کہ وہ دونوں اپنی اپنی مزاحمت کی کوششوں کا بھرپور مظاہرہ کر رہے ہیں۔

پھر اسی پھیلے ہوئے دھبے کی طرح سائے کے دو ٹکڑے ہوئے اور ایک ٹکڑا ہوا میں گیند کی طرح اچھل کر زمین پر گرا۔ سائے کا دوسرا علیحدہ ہونے والا ٹکڑا زمین پر گرے ہوئے ٹکڑے پر جھپٹا۔ اور عین اسی لمحے بلیک زیرو پر انکشاف ہوا کہ پائپ کے ذریعے نیچے اُترنے والے سائے پر چھلانگ لگانے والا صفدر نہیں تھا۔

"تو پھر ...؟"

اس خیال کے ذہن میں آتے ہی بلیک زیرو نے زیرِلب سوال کے انداز میں کہا۔ لیکن خالی کمرے میں اس کے سوال کا جواب دینے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے تیزی سے سر دُوربین سے پرے ہٹایا اور پلٹ کر لپکتا ہوا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا۔

وہ اس چوتھے آدمی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

جس نے اچانک ـــــ نمودار ہو کر سارے منظرنامے کو تبدیل کر دیا تھا۔ بلیک زیرو کا اس منظرنامے میں داخل ہونا اب ناگزیر ہو گیا تھا۔



وسیع کمرہ ایک خوف ناک وحشت سے لبا لب بھرا ہوا تھا
ے میں فرنیچر نام کی کوئی چیز نہیں تھی ۔ نہ کوئی روشندان اور
کوئی کھڑکی ۔ کمرے میں داخلے کے لئے دروازے کے نام
ایک بلند محرابی خلا تھا ۔ جسے ایک بٹن کے ذریعے استعمال کیا
ا تھا ۔

کمرہ ایک بے تحاشا وولٹوں والے بلب سے روشن تھا ۔ یہ
ریباً آٹھ انچ کی گولائی والا گلوب نما بلب اس شخص کے سر
عین اوپر صرف ایک فٹ کے فاصلے پر روشن تھا ۔ جو ایک
ہنی کرسی کے ساتھ ریشمی ڈوری کے ساتھ باندھ کر جکڑ
گیا تھا ۔ آہنی کرسی فرش کے ساتھ پیوست تھی ۔ اُسے ایک
نظر میں دیکھ کر کسی کرسی کی بجائے فولادی شکنجے کا احساس
تا تھا ۔

اس فولادی شکنجے میں کسے ہوئے آدمی کا نام جوزف تھا ۔
ے جکڑنے والے نے بہت سلیقے کا مظاہرہ کرتے ہوئے ریشمی

ڈوری کے علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں کے ساتھ جوزف کے بازوؤں، ٹانگوں اور پیٹ اور سینے کے درمیانی حصے کو اس فولادی کرسی کے ساتھ باندھا تھا۔

جوزف بظاہر کرسی پر اس طرح بیٹھا تھا جیسے کسی حکمران کے دربار میں کوئی سپہ سالار اپنے پورے مجاہدانہ رعب کے ساتھ بیٹھا ہو۔ اس کی کمر کرسی کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔ اس کا سینہ آگے کی طرف بڑھا ہوا تھا۔ پیٹ، چیتے کے پیٹ کی طرح کمر سے لگا ہوا تھا دونوں بازو فولادی کرسی کے "آرمز" پر بہت آرام اور آسائش کے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ اور دونوں پاؤں بہت سلیقے سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے فرش پر جمے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ ریشمی ڈوریوں کے ساتھ بندھے ہونے کے باعث ہی تھا۔ ورنہ اگر جوزف کو فرش کے ساتھ جکڑی ہوئی فولادی کرسی نے ان ڈوریوں کے ذریعے اپنے ساتھ نہ جکڑا ہوتا تو وہ طویل قد کا عالمی شہرت یافتہ افریقی باکسر اتنے بارعب سکون کے ساتھ وہاں بیٹھا ہوا کبھی دکھائی نہ دیتا۔ خاص طور پر ایسی حالت میں جس کا وہ نہایت بے بسی کے ساتھ شکار ہو رہا تھا۔

اس کے بدن پر لباس کے نام پر اس وقت محض ایک انڈرویر تھا۔ پیلے رنگ کا انڈرویر جو اس کے سیاہ چمکتے ہوئے جسم پر ہوس کے ایک داغ کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا اوپری

دھڑ اور پاؤں ننگے تھے۔ اور اُس کا بدن پسینے میں اس طرح بھیگا ہوا تھا جیسے وہ ابھی ابھی کسی تالاب سے نکل کر آ رہا ہو۔ بے تحاشہ روشنی کے باوجود اُس کی آنکھیں چمکتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔
پوری کھُلی ہوئیں، سرخ، نفرت کے لپکتے ہوئے شعلوں کی طرح روشن اور دہشت ناک آنکھیں۔ آنکھوں کے سرخ ڈیلوں کے درمیانی حصے میں سفیدی کی چمک یوں نظر آتی تھی جیسے آدم خور درندوں کے گھنے جنگل میں کسی درخت کی اوٹ میں سے اچانک رونگٹے کھڑے کر دینے والی غراہٹ کے ساتھ دو دہکتے ہوئے انگارے ایک دم سامنے آ کر ناچنے لگیں۔
"تم پیدائشی گونگے ہو یا تمہاری زبان کاٹ دی گئی ہے باسٹرڈ...!"
کئی لمحوں کی دہشت زدہ کرتی ہوئی خاموشی کو ایک تھکی ہوئی بیزار سی آواز نے بہت کوفت کے ساتھ توڑا۔
جوزف کے سامنے تین سفید رنگت کے سمارٹ جسامت کے آدمی کھڑے تھے۔ ان کے جسموں پر گھڑسواروں یا سرکس میں کرتب دکھانے والوں جیسے لباس تھے۔ ان تینوں کے چہروں پر ایک طویل کوشش میں ناکامی کے بعد پیدا ہونے والی تھکن صاف دکھائی دیتی تھی۔ لیکن اس تھکن کے پیچھے تجسس اور اشتیاق کی خواہش بھی محسوس ہوتی تھی۔
"مجھے تو یہ گوشت کا آدمی معلوم نہیں ہوتا ڈیوڈ۔ ورنہ اب تک زبان کھول چکا ہوتا۔

"کرسی کی دائیں جانب کھڑے ہوئے ان تین میں سے ایک نے کہا۔ اس نے ہاتھ میں نائیلون کی باریک تار سے بنا ہوا آہنی دستے والا ایک کوڑا تھامے رکھا تھا۔ اور اس کی نظریں کرسی سے جڑے ہوئے جوزف کے جسم کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جیسے اس کا جسم تجریدی مصوری کا کوئی نمونہ ہو۔

سُرخ دھاریوں سے خون رِس رِس، کر جسم کی ڈھلوان پر بہہ رہا تھا نیلی دھاریوں کا مطلب تھا کہ ابھی وہاں سے جسم کی کھال نہیں چھٹ سکی ہے اور سفید دھاریاں ظاہر کر رہی تھیں کہ یہ سیاہ رنگت والے اس افریقی کے جسم کی وہ چربی ہے جو نائیلون کی باریک تاروں والے کوڑے کی زد میں آ کر اپنا آپ چھپانے میں ناکام ہو گئی ہے لیکن نائیلون کے کوڑے کی ضربوں کے باعث اذیت کی ایک بے پناہ کیفیت کے باوجود جوزف کے ہونٹوں میں اس قدر خلا بھی پیدا نہیں ہوا تھا جس قدر کرب کی حالت میں کراہنے کے باعث فطری طور پر پیدا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ جُڑے ہوئے جوزف کے ہونٹوں ابھرے ہوئے جبڑے اور چہرے پر چھائی ہوئی ایک پروقار استقامت کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے اس چہرے اس گردن کے نیچے سرخ نیلی اور سفید دھاریوں سے لپٹا ہوا جسم اس کا نہ ہو۔ کیونکہ جس آدمی کے جسم کی یہ حالت ہو اس کی استقامت بتدریج اس طرح ختم ہو جاتی ہے جس طرح دھوپ میں رکھی ہوئی برف پگھلتی ہے۔ جیسے نمک بالآخر پانی میں کہیں حل ہو

جاتا ہے۔

"نمک لاؤ نمک ۔۔۔!"

جوزف کے عین سامنے کھڑے ہوئے آدمی نے تیز سی آواز میں کہا جسے ابھی ابھی ڈیوڈ کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا۔ وہ اپنی تمکنت سے باقی دونوں سے سینئر معلوم ہوتا تھا۔

"نمک لاؤ۔۔۔ ابھی یہ نہ صرف تمہارے سامنے زبان کھولے گا۔ بلکہ وہ سب کچھ بھی بیان کرے گا جو صرف ایک گوشت پوست کا آدمی ہی بیان کرسکتا تھا۔

ان میں سے ایک آدمی تیزی سے کمرے کے شمالی کونے کی طرف بڑھا۔ جہاں سے واپس لوٹنے میں اُسے تیس سیکنڈ سے بھی کم وقت لگا۔ اس کے ہاتھ میں دو انچ کی گولائی والا تقریباً چار انچ لمبا ایک ٹن پیکیٹ تھا۔ اس نے وہ ٹن پیکیٹ ڈیوڈ نامی آدمی کی طرف بڑھا دیا

ڈیوڈ نے ٹن پیکٹ پکڑنے کے لئے اس طرح ہاتھ آگے بڑھایا جیسے وہ اپنے نہایت قدیمی دشمن کو زیر کرنے کے لئے کوئی نیا اور جان لیوا ہتھیار حاصل کررہا ہو۔ ایک ایسا ہتھیار جس کے ذریعے دشمن کو زیر کرلینے کا سو فیصد یقین اس کے دل میں پہلے سے موجود ہو۔

ٹن پیکٹ تھامتے ہوئے اس کی نظریں ایک مکارانہ اور فاتحانہ چمک کے ساتھ جوزف کی انگاروں کی طرح دہکتی ہوئی ساکت نظروں سے ٹکرائی تھیں

پھر اس کے چہرے سے پھیلتی ہوئی نگے۔ نیلی پیلی اور سفید دھاریوں سے لپٹے ہوئے اوپری دھڑ پر کسی تیزرو لہر کی طرح دوڑ گئی تھیں۔

دوسرے ہی لمحے اس نے تیزی سے قدم آگے بڑھایا اور جوزف کے سر کے عین اوپر جا کھڑا ہوا۔

"تم اس عذاب سے بچ سکتے ہو کالے آدمی۔"

اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"لیکن اس کے لئے تمہیں بولنا ہوگا۔ بولو۔۔۔!"

اس نے جملہ نہایت پُراسرار انداز میں ادھورا چھوڑ کر اپنی آواز کی سرسراہٹ کا جواب حاصل کرنے کے لئے جوزف کے بولنے کا انتظار کیا۔ لیکن ایک دو تین چار پانچ لمحے ایک غیر متوقع سناٹے میں گذرتے چلے گئے۔

"آل رائٹ۔ نائو دیس باٹ یوسس آف بچ۔۔۔!"

ڈیوڈ نے ایک چیختی ہوئی تیز آواز میں کہا اور ساتھ ہی ہاتھ میں پکڑا ہوا ٹن پیک اس طرح ہلانا شروع کر دیا۔ جیسے کھانے کی میز پر بیٹھا کھانے پر نمک چھڑک رہا ہو۔

ٹن پیک کے سوراخوں میں سے چھن چھن کر گرنے والا نمک جوزف کے سر پر گر رہا تھا۔ اس کے جسم کی سُرخ نیلی اور سفید دھاریوں پر گر رہا تھا۔ اس کے خون اس کی ننگی چربی پر گر رہا تھا۔

ڈیوڈ نامی سفید رنگت والے کا ہاتھ مشینی انداز میں حرکت کرتا رہا نمک گرتا رہا۔ گرتا رہا۔ گرتا رہا۔ یہاں تک کہ دو انچ گولائی والا چار انچ لمبا نمک کا ٹن پیک خالی ہو گیا۔ اس کا سارا نمک جوزف کے جسم کو سفید پاؤڈر کی طرح ڈھک چکا تھا۔ اس طرح کہ اب ایک سرسری نظر میں سرخ نیلی اور سفید دھاریوں کو علیحدہ علیحدہ پہچاننا ممکن نہ رہا تھا۔ نمک نے اس کے زخموں کو اس طرح ڈھانپ لیا تھا جیسے آندھی کے باعث اُڑنے والا گرد و غبار ایک تہہ بناتا ہوا چیزوں پر جم جاتا ہے۔

نمک چھڑکنے کا سلسلہ تقریباً سات منٹ تک جاری رہا تھا۔ ان سات منٹوں میں کئی بار ڈیوڈ اور اس کے دونوں ساتھیوں کے جسم ایک توقع۔ ایک اُمید ایک امکان ایک تبدیلی کے احساس نے اپنی اپنی جگہوں پر ہلے تھے۔

یہ توقع، اُمید اور امکان جوزف میں ہوتی ہوئی تبدیلی کے باعث ہی پیدا ہوا تھا۔

جوں ہی ڈیوڈ نے نمک چھڑکنے کا آغاز کیا۔ جوزف نے اپنے نچلے ہونٹ کو اوپری دانتوں تلے دبا لیا تھا۔ پھر یہ دانت اس کے ہونٹ پر اپنا دباؤ بڑھاتے چلے گئے تھے۔ یہاں تک سفید دانت ہونٹ کی نرم جلد کو کاٹ کر گوشت میں اُتر گئے اور رستے ہوئے خون کی ایک تہہ نے ہونٹ اور دانتوں کو اپنے رنگ میں رنگ لیا۔

لیکن اپنے دانت اپنے ہی گوشت میں اتار دینے کے باوجود ابھی تک جوزف کے منہ سے کراہ یا سسکی کی آواز نہیں اُبھری تھی۔

پھر پانچویں منٹ پر جوزف کی آنکھوں میں وحشیانہ نفرت کرختگی اور درشتگی کی بجائے بے چینی کرب اذیت اور انتشار سا اُبھرنے لگا تھا۔ اس کی پھیلی ہوئی آنکھیں بتدریج سکڑنے لگی تھیں۔بقیہ تقریباً ڈیڑھ منٹ کے دوران اس کی آنکھوں میں بڑھتی ہوئی اذیت کے ساتھ ساتھ ان کے سکڑنے کا عمل بھی جاری رہا تقریباً ساڑھے چھ منٹ کے بعد جوزف کے اپنے دانت اپنے ہی نچلے ہونٹ کے گوشت میں اُتر چکے تھے۔ اور اس کی آنکھیں شدید اذیت کے احساس سے چی ہوئی تھیں۔ اس کے جبڑے کی ہڈیاں اس طرح چہرے پر اُبھر آئی تھیں کہ وہ انتہائی عذاب ناک کرب میں مبتلا انسان کا ایک شاہکار مجسمہ دکھائی دے رہا تھا۔

لیکن اس سارے عذاب سے گذرنے کے باوجود ان میں سے کسی نے بھی جوزف کے منہ سے سسکاری یا کراہ کی آواز نہیں سُنی تھی۔ وہ اسی طرح آہنی کرسی پر ساکت اور خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

ڈیوڈ نے نمک کے خالی ڈبے کو دو ایک جھٹکے دیئے۔ پھر اسے خالی جان کر نہایت بیزاری اور احساسِ شکست کے ساتھ زور سے فرش پر دے مارا۔

"واٹ مسٹر ہیل اٹ از۔۔۔!"

"اس آدمی کی زبان تو اب جہنم کی آگ ہی کھول سکتی ہے!"
ڈیوڈ کے منہ سے یہ جملہ کسی شکست خوردہ آدمی کی چیخ کی طرح نکلا تھا۔

"تمہیں جہنم کی آگ اور جنت کے میووں پر یقین ہے ڈیوڈ۔"
کرسی کی بائیں جانب ہٹ کر کھڑے ہوئے آدمی نے بے اختیار یہ جملہ کہا تھا۔

"شٹ اپ جیک ... !"
ڈیوڈ نے اس کا جملہ مکمل ہوتے ہی تیزی سے کہا۔
"اس وقت میں تمہارے ساتھ اپنے عقائد پر بحث کرنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔
"اگر اس وقت تم کچھ کر سکتے ہو تو صرف یہ کہ اس حبشی کی زبان کھلوانے کی کوئی ترکیب سوچو... ورنہ اپنی فلسفیانہ بکواس بند رکھو۔ سمجھے!"

"آل رائٹ سر... !"
جیک نے زیرِ لب مسکراہٹ کے ساتھ آہستگی سے کہا اور ڈیوڈ سے ہٹ کر کھڑے اپنے تیسرے ساتھی کی طرف دیکھ کر داہنی آنکھ کو ذومعنی انداز میں دبایا۔ پھر دونوں پنجوں پر دباؤ ڈالتے ہوئے ایڑیوں کو ذرا سا اٹھا کر دوبارہ زمین پر ٹکاتے ہوئے ڈیوڈ کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر شدید ترین بے یقینی کی کیفیت طاری تھی۔

"ابھی ہمارے پاس بہت سے طریقے باقی ہیں ڈیوڈ...!"
اس بار جیک نامی آدمی کی آواز میں ایک پُراسرار سختی تھی۔
"اگر آدمی مر نہ چکا ہو اور اس کی زبان تالو سے کھینچ کر جسم سے علیحدہ نہ کر دی گئی ہو تو اس کے کسی نہ کسی لمحے بول اُٹھنے کا امکان باقی رہتا ہے۔
اس نے رُک کر غور سے جوزف کی طرف دیکھا جو ابھی تک آنکھیں سختی سے بند کیئے اپنے زخموں میں سرایت کرتے نمک کی اذیت ناک کاٹ اور چبھن کو برداشت کر جانے کی کوشش میں مصروف تھا۔
"یہ حبشی بھی زبان کھولے گا لیکن ذرا حساب کتاب سے...!"
جیک نے اس بار نہایت سنجیدگی سے کہا۔
"یہ سیاہ رنگت کا سؤر افریقہ کے جنگلات میں پلا ہے۔ غلام نسل کا یہ فرد انسانی زندگی کی بدترین حیثیت سے بلند ہوا ہے اِس کی تربیت میں زہر آلود تیروں، خون آشام بکواروں اور وحشی درندوں کے چیر پھاڑ کر رکھ دینے والے پنجوں کے زخم سہہ جانے کا سبق موجود ہے۔..."
اس کا جسم گوشت کا ہے۔ لیکن اس کے سینے میں دھڑکتا ہوا دل قدرت کی طرف سے نازل ہونے والی تکلیفوں کو سہنے کے لئے پتھر کی طرح سخت ہو چکا ہے۔ اس کی قوتِ برداشت کسی آہنی ستون کی طرح مضبوط ہے۔ اس پتھر کو ریزہ ریزہ کرنے اور اس آہنی ستون

کو پگھلانے کے لئے چھوٹے موٹے حربوں کی بجائے ایک ایسی آگ کی ضرورت ہے۔ ڈیوڈ جو عام طور پر آتش فشاں پہاڑوں ہی سے پھوٹتی ہے ... !"

"تمہارا مطلب ہے آگ ... آگ ... یعنی ... !"

ڈیوڈ نے تیزی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈیوڈ! آگ ... آگ ہی ایک ایسی چیز ہے جو صدیوں کی طویل عمر اور طاقت رکھنے والے پہاڑوں کو گرد و غبار میں تبدیل کر دیتی ہے اور آسمان کی طرح ہر طرف پھیلے ہوئے گہرے سمندروں کو بخارات میں تبدیل کر دیتی ہے۔ یہ آگ ہی ہے جو انسان کو مجبور کر دیتی ہے کہ وہ اس کی پوجا کرے ورنہ ... اس کی لپکتی ہوئی سُرخ زبان کا ڈنگ کھانے کے لئے تیار ہو جائے۔

"بڑی آگ اریج کرو ... بک اپ ہری اپ ... !"

ڈیوڈ کی آواز میں ایک بار پھر جوش اُبھر آیا تھا۔

"لیکن نہیں ... !"

ایک دم رُک کر اس نے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے بڑی ناجی اپنے ساتھی کو روکا۔

"تم بس دو الیکٹرک راڈز لے آؤ۔ باقی میں خود سنبھال لوں گا ... !"

"او بس ہیئر لیو آر ... !"

جیک نے الیکٹرک راڈز کے بارے میں سُن کر دلچسپی کی نظروں سے پہلے ڈیوڈ اور پھر جوزف کی طرف دیکھا اور اسی لمحے اس کا دل اپنی اس اسکیم کی سو فیصد کامیابی پر ایک دم خوشی سے بھر گیا تھا۔ کیونکہ آگ اور پھر الیکٹرک راڈز کا ذکر سُن کر کربناک اور اذیت ناک حالت میں مبتلا جوزف نے رُک رُک کر اپنی مچی ہوئی آنکھیں کھولی تھیں۔ اور باری باری اپنے سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کو اس طرح دیکھا تھا جیسے قصاب خانے میں کوئی ذبح ہونے والا جانور قصائی کی طرف دیکھتا ہے۔

بڈی الیکٹرک راڈز لینے کے لئے ایک بار پھر شمالی کونے کی طرف بڑھ چکا تھا۔



سرسلطان کا ٹیلی فون بند ہو چکا تھا۔ انہوں نے دھاڑتی ہوئی آواز میں عمران کو اس کے فلیٹ کی حالتِ زار کے بارے میں بتا کر کھٹاک سے ٹیلی فون بند کر دیا تھا۔ عمران نے یہ خبر اس طرح سنی تھی۔ جیسے وہ پہلے سے اس کا منتظر رہا ہو۔ لیکن اس کے باوجود سرسلطان کے ٹیلیفون بند کرنے پر وہ کافی جھنجھلا گیا تھا۔ دراصل وہ اس خبر کی تفصیل سننے کا خواہش مند تھا۔

رسیور کریڈل پر رکھنے سے پہلے اس نے ٹیلی فون سیٹ کو ایک تیز اور ناراض نظر کے ساتھ دیکھا جیسے وہ ہی اس کی پریشانی کا کا سبب ہو۔ پھر وہ سیدھا کھڑا ہوا اور زور سے سیدھا ہاتھ جھٹک کر اس اچانک پیدا ہونے والی بیزاری سے جان چھڑانے کی کوشش کی۔ پھر تھکن کے شدید احساس کے ساتھ سامنے خالی اور بے شکن بستر کی طرف دیکھا۔ عین اسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی نے اپنی تیز اور چونکا دینے والی آواز سے عمران کو اپنے اعصاب کی ساری تھکن پرے دھکیل دینے پر مجبور کر دیا۔

"ہیلو دس از عمران اسپیکنگ ۔۔۔!"

اس نے تیر کی طرح لپک کر ریسور اُٹھاتے ہوئے اشتیاق سے چھلکتی ہوئی آواز میں کہا۔ جانے کس کا ٹیلی فون تھا۔ یہ ایک ایسا ٹیلی فون بھی ہو سکتا تھا جو عمران کی تمام پریشانی، کوفت اور بیزاری کو ایک لمحے میں ختم کر دیتا۔ عمران کو کسی ایسی ہی بات کی ضرورت تھی۔

"دس از گولڈن کیٹ ۔ سپیکنگ ٹو یو ڈارلنگ ۔۔۔"

عمران کے کان میں ایک نسوانی آواز اپنی مکمل کشش کے ساتھ گونج گئی۔

ایک ایسی نسوانی آواز جو بہت کم، کبھی کبھی، کہیں کہیں، بہت اچانک سنائی دیتی ہے۔ صاف، ہموار، شفاف، مہربان۔ نرم خو، گہری اور وسیع آواز۔ ایک مکمل عورت کی آواز۔ جیسے شاید قلوپطرہ کی آواز رہی ہو گی۔ یا شاعر یونان کی شاعرہ سیفو کی آواز۔

عمران کے اعصاب کسی نئی چارپائی کے بان کی طرح تن گئے۔

"یہ آواز ۔۔۔ یہ آواز ۔۔۔"

ایک سیکنڈ کے بھی ہزارویں حصے میں روشنی کی رفتار سے زیادہ تیزی کے ساتھ عمران کے خیال نے اپنا سفر مکمل کیا اور اس نے بہت آسانی اور یقین کے ساتھ پہچان لیا کہ گولڈن کیٹ کے نام سے اُسے مخاطب کرنے والی عورت کون ہے۔

"میں اپنے اس اعزاز پر خود کو دنیا کا سب سے خوش قسمت آدمی محسوس کرتا ہوں مس کیٹ ۔ ۔ ۔ !"
عمران نے خوش مزاجی کے بھرپور اظہار کے ساتھ مؤدب بننے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
"بے شک تم دنیا کے خوش قسمت ترین آدمی ہو۔ گولڈن کیٹ نے کبھی کسی معمولی آدمی کو مخاطب نہیں کیا۔"
"آپ بالکل درست کہہ رہی ہیں مس کیٹ ۔ ۔ ۔ لیکن ۔ ۔ ۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ۔ ۔ ۔ ؟"
"غیر ضروری سوالات صرف وقت ضائع کرنے کا سبب بنتے ہیں۔"
اُسی نسوانی آواز نے بہت تمکنت کے ساتھ عمران کے جملے کو نامکمل رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔
"بات صرف اتنی ہے کہ میں تم سے ایک سودا کرنا چاہتی ہوں"
گولڈن کیٹ نے ٹھہری ہوئی مضبوط آواز میں بات کو آگے بڑھایا۔
"اور سودا بھی صرف اتنا کہ اس ہاتھ دو اُس ہاتھ لو ۔ ۔ ۔ کہو منظور ہے !"
"میں تمام رات جاگتا رہا ہوں مس کیٹ۔"
عمران کی آواز میں اچانک ہی حماقت اپنی مضحکہ خیز رعنائیوں

کے ساتھ سرایت کر گئی۔

"اور یہ واقعہ پورے ستائیس برس کے بعد پیش آیا ہے"

"کیا مطلب ... عمران ڈارلنگ!"

دوسری طرف سے آنے والی گولڈن کیٹ کی آواز میں دلچسپی پائی جاتی تھی۔

"مطلب واضح ہے مس کیٹ ...!"

عمران نے حماقت میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا۔

"میری زندگی میں یہ رات پورے ستائیس برس کے بعد آئی ہے۔جب مجھے صبح کی روشنی پھیلنے تک ایک بھی لمحے کے لئے نیند نہ آئی ہو البتہ...!"

"زیادہ اڑانے کی ضرورت نہیں ہے عمران ڈارلنگ...!"

گولڈن کیٹ کی آواز سنائی دی۔

"ابھی تو میں اپنی عمر کے ۲۷ برس پورے کرنے کے لئے بھی مزید دو تین سال جینا پڑے گا اور تم کہہ رہے ہو کہ ستائیس برس کے عرصے...!"

"نہیں آپ میری بات کو غلط سمجھ رہی ہیں مس کیٹ!"

عمران نے اس بار اپنے لہجے میں خواہ مخواہ کا مؤدبانہ لہجہ قائم رکھنے کی کوشش نہ کی تھی۔

"میرے پیدائش کے سرٹیفکیٹ پر جو میری تاریخ پیدائش لکھی ہے

س کے مطابق میں اِس وقت پورے اٹھائیس برس اور
ہ دن کا ہوں۔

"اوہ ڈونٹ بی فول ڈارلنگ!"

گولڈن کیٹ کی آواز میں ہلکی سی جھنجھناہٹ اُبھر آئی تھی

"نہیں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے بارے میں لوگوں کی
ط معلومات کو درست کروں۔ آخر یہ میرے ذاتی وقار کا مسئلہ
ہے مس کیٹ..."

عمران نے لمحہ بھر کو رُک کر ایک طویل سانس لیا۔ اور دوبارہ
لنا شروع کر دیا۔

"میری اماں جان بتاتی ہیں کہ اللہ بخشے میں پیدا ہونے کے
راً بعد ہی سے ایک بہت مشکل بچہ ثابت ہوا تھا۔ ان کا
ہنا ہے کہ اپنی پیدائش کے پہلے سال میں نے ایک بھی رات
ر کر نہیں گزاری۔ غالباً اسی سال ہمارے گھر میں کسی نے
، کوئی رات سو کر نہیں گزاری۔ کیونکہ میں سورج ڈوبنے سے
دوبارہ ابھرنے تک مسلسل ایک ہی جیسی ہائی پچ پر روتا رہتا
تھا۔ اس پہلے سال کے بعد اب یہ پہلا موقع ہے۔ کہ میں تمام
ت...!"

"تو کیا تم تمام رات ایک ننھے بچے کی طرح اُونچی آواز سے روتے
رہے ہو ڈارلنگ؟"

گولڈن کیٹ کی آواز میں دلچسپی، کوفت اور ہمدردی کے
ملے جلے تاثرات محسوس کئے جا سکتے تھے۔

عمران نے گولڈن کیٹ کی آواز کی تہہ میں چھپے ہوئے پُر اسرار
طنز کو محسوس کرتے ہوئے محض ایک شعر لڑھکا دینا کافی سمجھا تھا
"میں تمہاری زبان اور اس کی شاعری کی دلدادہ ہوں
ڈارلنگ ...!"
گولڈن کیٹ نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔
"لیکن میں تمہیں غلط استعمال کی اجازت نہیں دے سکتی۔ لوا
میرے سوال کا جواب دو...!"
"ابھی تو آپ کہہ رہی تھیں مس گولڈن کہ غیر ضروری
سوالات محض وقت ضائع کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اور...!
"لیکن یہ غیر ضروری سوال نہیں ہے عمران ڈارلنگ!"
گولڈن کیٹ ایک بار پھر اپنی آواز کی تمکنت اور کشش میں واپس
لوٹ گئی تھی۔
"تم جو کتاب لکھ رہے ہو۔ ظاہر ہے "گولڈن کیٹ" کا ذکر کیے
بغیر تم اُسے مکمل نہیں کر سکو گے اور یہ بات مجھے پسند نہیں۔!
"میں آپ کی پسند کا ہمیشہ قائل رہا ہوں مس کیٹ"

عمران نے بالوں میں اُنگلیاں پھیرتے ہوئے حماقت زدہ آواز
یں کہا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک مخصوص زیرِ لب مسکراہٹ پھیل گئی
تی۔ اس کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ یہ ٹیلی فون اتنا غیر
اہم نہیں جتنا اپنی گفتگو کے ذریعے عمران اسے ثابت کرنے
کی کوشش کر رہا ہے۔
"آپ کی پسند ہمیشہ اونچی اور اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے۔
بں ایک عام سا آدمی ہوں۔ لیکن میری پسند آپ کی پسند نہیں
ہوسکتی۔ چاہے میری پسند آپ خود بھی کیوں نہ ہوں ...!"
"کیا مطلب ہے تمہارا... عمران ڈارلنگ !"
گولڈن کیٹ کی آواز میں چونک جانے کی کیفیت تھی۔
"اوہ سوری! دراصل میرا یہ مطلب نہیں تھا...!"
عمران نے ماؤتھ پیس میں احمقانہ انداز میں ہنسنے کی کامیاب
ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔
"میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ اب مجھے پسند ہے کہ میں مصنف کی
حیثیت سے اپنی کتاب میں آپ کا ذکر کروں۔ کیونکہ آپ کا ذکر
کرنا مجھے پسند ہے۔ لیکن میری یہ بات آپ کو پسند نہیں اس
لئے میں ...!"
"جو لوگ تمہیں احمق کہتے ہیں ان سب کو ذہنی معذور ڈکلیئر
کر دینا چاہیئے..."

گولڈن کیٹ کہہ رہی تھی۔

"تمہاری حماقت صرف یہ ہے کہ تم اسپولکے ذریعے لوگوں کو احمق بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہو اور بس...!"

"آپ یقین کیجیے مس کیٹ... میں ان کو قطعی طور پر احمق نہیں بناتا۔ دراصل وہ ہوتے ہی...!"

"اوہ شٹ اپ ڈارلنگ۔!"

گولڈن کیٹ کے عمران کو ڈپٹنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اپنے دل و جان سے عزیز پالتو کتے کو اس کی کسی شرارت پر ڈانٹ رہی ہو۔ عمران کا جی چاہا کہ اتنی محبت سے پڑنے والی ڈانٹ پر جواب میں اخلاقی طور پر ہی سہی تھوڑا سا بھونک سکے۔ لیکن وہ شیشے کی دیوار کے اس پار دُور تک پھیلی ہوئی عمارتوں اور سبزے کو دیکھ کر محض آنکھ مارنے سے زیادہ کچھ نہ کر سکا۔

"تمہارے پاس میری سیکرٹ ہسٹری ہے یا شاید میرے ان بعض سیکرٹ پروگراموں کی تفصیل بھی تمہارے پاس ہو جن کے نتائج آئندہ چند برسوں میں ظاہر ہونے کی توقع ہے۔ یہ سب تم اپنی کتاب میں شامل کرو گے۔ یہ بات میری سرگرمیوں میں رکاوٹ پیدا کر سکتی ہے۔ میں اسی رکاوٹ کے سلسلے میں تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ بولو کیا کہتے ہو...!"

"مجھ جیسا معمولی" اور بے زبان آدمی آپ کے سامنے زبان کھولنے

کی جرأت نہیں سکتا مِس کیٹ . . . لیکن ایک بات عرض کرنا ضروری ہے کہ میں یہ کتاب ایک مصنّف بننے کے لئے لکھ رہا ہوں اور اچھے مصنّف کے بارے میں مَیں نے پڑھا ہے کہ وہ کبھی اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کرتا اور نہ اپنے خیالات کو فروخت کرتا ہے۔ مَیں جو کچھ جانتا ہوں محسوس کرتا ہوں۔ اسے پوری ایمان داری کے ساتھ قلم کے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ میرے دل میں ایک مصنّف کا بہت زیادہ درجہ ہے۔ مَیں اس درجے اور وقار کو کم کرنا نہیں چاہتا۔ لہذا مجھے افسوس ہے کہ مَیں . . . !"

عمران نے اس بار بہت سنجیدگی سے بات کرنا چاہی تھی۔ لیکن آخری جملہ مکمل نہ ہو سکا تھا۔ کیونکہ گولڈن کیٹ نے اپنی گہری اور صاف آواز سے عمران کو بات جاری رکھنے سے روک دیا تھا۔

"افسوس تو تمہیں اس وقت ہوگا عمران ڈارلنگ! جب تمہیں پتہ چلے گا کہ مَیں تمہیں کتنی بڑی آفر کرنا چاہتی تھی۔ لیکن تم نے اپنی چند . . . !"

"ایک سچا مصنّف بڑی سے بڑی آفر بھی قبول نہیں کرتا مِس کیٹ۔ آپ دراصل سمجھتی نہیں ہیں کہ . . . !"

"میری بات غور سے سنو!"

گولڈن کیٹ نے گمبھیر اور اسرار سے بھری آواز سے عمران کو مخاطب کیا تھا۔

"تم اس وقت جہاں موجود ہو یہ جگہ ایک خاص نظریۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی تنظیم کا صدر دفتر ہے۔ پوری دنیا میں اس نظریے سے تعلق رکھنے والوں کی جو حکومتیں قائم ہیں ان سب کے سربراہ اس وقت اسی صدر دفتر میں موجود ہیں۔ جہاں تنظیم کا ایک اعلیٰ سطحی اجلاس ہو رہا ہے۔ پوری دنیا کے پریس ریڈیو اور ٹیلی ویژن اس اجلاس کے بارے میں رپورٹیں فراہم کر رہے ہیں۔ دنیا کے سیاسی دانشور اس اجلاس کے دُور رس نتیجوں کے بارے میں تفتیش کر رہے ہیں اس اجلاس میں ہونے والے فیصلوں کی روشنی میں ان نظریاتی حکومتوں کی پالیسیوں میں جو تبدیلی پیدا ہوگی اور اس تبدیلی کے نتیجے میں دنیا میں جو سیاسی نظریاتی اور معاشی انقلاب رونما ہو گا۔ اس کے بارے میں لمبے لمبے مضامین اور مکالمے شائع ہو رہے ہیں۔ لیکن اس کانفرنس کے چند ہی ایک ذمے داروں کے علاوہ باقی پوری دنیا اس بات سے پوری طرح بے خبر ہے کہ نظریاتی حکومتوں کے اس اجلاس میں ہونے والے خفیہ فیصلوں پر مشتمل جو سیکرٹ ریکارڈ تیار کیا گیا تھا۔ وہ تمام کا تمام چوری کیا جا چکا ہے اور اگر اسے کسی خاص بڑی طاقت کے ہاتھ بیچ دیا جائے تو ان نظریاتی ملکوں کو ارتقاء کی کوششوں میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اور [illegible]

کا سیدھا سادا نتیجہ۔پسماندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں ... !"
"لل ... لیکن آپ کو کیسے پتہ ہے کہ سیکرٹ ریکارڈ ... !"
عمران کی آواز میں اس اطلاع کے جواب میں شدید پریشانی اُلجھن اور حیرت محسوس ہو رہی تھی۔یوں لگتا تھا جیسے وہ گولڈن کیٹ کے منہ سے یہ سب سُن کر ایک دم بوکھلا گیا ہو۔
"مجھے اس بات کا ایسے پتہ چلا کہ چرایا ہوا تمام سیکرٹ ریکارڈ اس وقت میری تحویل میں ہے۔یہی وجہ ہے عمران ڈارلنگ کہ میں ٹیلی فون پر تم سے اس قدر طویل گفتگو کر رہی ہوں۔جو عین ممکن ہے کہ ٹیپ بھی کی جا رہی ہو۔لیکن میں ایک ایسے مقام سے تمہیں مخاطب کر رہی ہوں۔جہاں سے آنے کے لئے روشنی اور ہوا کو بھی پروانۂ راہ داری حاصل کرنا پڑتا ہے۔
"میں سمجھ گیا... کوئی تہہ خانہ ... کیوں ٹھیک ہے نا ... !"
عمران نے اس طرح کہا جیسے بچہ کوئی پہیلی بوجھ کر خوش ہوتا ہے۔
"میں یہ سیکرٹ ریکارڈ واپس کرنے کے لئے تیار ہوں۔عمران ڈارلنگ !"
گولڈن کیٹ نے عمران کی حماقت کو نظر انداز کرتے ہوئے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا۔

"لیکن شرط یہ ہے کہ تم تمام سیکرٹ ہسٹری اور سیکرٹ پروگراموں پر مشتمل ریکارڈ مجھے دے دو گے۔ یہ ایک سیدھا سا سودا ہے ڈارلنگ اور مجھے یقین ہے کہ تمہیں یہ سودا قبول کرنے میں اب کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہو گی۔۔۔۔

"کتابیں لکھنے والے لوگ مجھے اچھے لگتے ہیں۔ لیکن میری مراد اور طرح کی کتابیں لکھنے والوں سے ہے۔۔۔ میں تمہیں کچھ دیر کے بعد پھر ٹیلی فون کروں گی۔ تم اس دوران میں سوچ لو۔ میرے خیال میں اب فیصلہ کرنا بہت آسان ہو گیا ہے۔ خدا حافظ عمران ڈارلنگ۔ بائی بائی۔۔۔!"

ٹیلی فون کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ اور عمران کے کان میں اب سوائے سائیں سائیں کے اور کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ اس نے رسیور کان سے ہٹا کر اسے غور سے دیکھا اور بہت آہستگی سے اسے کریڈل پر رکھ دیا۔

اس کے ذہن میں ایک دم خیالات کے جھکڑ چلنا شروع ہو گئے تھے۔ اُسے طے کرنا تھا۔ اُسے فیصلہ کرنا تھا کہ اب اگلا قدم کیا ہو گا۔ ایک ہفتے کی ان تھک، بے پناہ اور نہایت عجیب منصوبہ بندی کے بعد اب منصوبے پر عمل کرنے کا وقت آن پہنچا تھا۔

"کم آن مس کیٹ۔۔۔ مس گولڈن کیٹ۔۔۔!"

عمران ڈوبی ہوئی آواز میں زیرِ لب کہہ رہا تھا۔ لیکن اس کے منہ سے نکلنے والے یہ الفاظ کسی پالتو کتے یا کسی پھنسے ہوئے چوہے کے الفاظ نہیں تھے۔

عمران کی آنکھوں میں ایک پُراسرار چمک تھی۔ اس نے ترنگ بھری لہر میں سامنے پڑی تپائی پر زور سے ہاتھ مارا اور ٹیلی فون اٹھا کر ایک طویل نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

ہزاروں میل کے فاصلے پر اپنے ملک، اپنے شہر میں واقع اپنے دفتر کا نمبر جہاں بلیک زیرو اس کے حکم کا منتظر بیٹھا تھا۔ بلیک زیرو اور صفدر اور جولیا اور چوہان اور نعمانی اور... اور

دُور بہت دُور ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

دونوں آہنی راڈز بجلی کے کرنٹ کے باعث سرخ چنگاریاں چھوڑتے ہوئے انگاروں کی طرح دہک اُٹھے تھے۔ ڈیوڈ نے اپنے دونوں ہاتھوں میں لکڑی کے دستوں سے پکڑ رکھا تھا۔ اس کی نظریں صرف دو فٹ کے فاصلے پر آہنی کرسی کے ساتھ انتہائی اذیت اور کرب کے ساتھ جکڑے جوزف پر جمی ہوئی تھیں۔

جوزف ہوش اور بے ہوشی کی درمیانی کیفیت میں تھا۔ اب تک اس پر جو گذر گئی تھی کوئی اور آدمی ہوتا تو خون تھوک دیتا۔ لیکن جوزف کے اعصاب کی تربیت بے شک افریقہ جیسے علاقے میں ہوئی تھی۔ افریقہ کی بھٹی میں تپ کر اپنے آپ کو کندن بنانے والا جوزف اس کڑی زندگی اور موت کے دوراہے پر کھڑا اپنے کردار کی پختگی کا امتحان دینے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس کے بدن پر آئے ہوئے زخموں اور چرکوں میں نمک پوری طرح سرایت کر چکا تھا۔ اور جوزف ایسا محسوس کر

رہا تھا جیسے وہ گوشت کا ایک ایسا لوتھڑا ہو۔ جس پر ان گنت چیونٹیاں اپنے اپنے رزق کی تلاش میں نوکیلے اور زہریلے ڈنگوں کے ساتھ رینگ رہی ہوں۔

اس کی ٹانگیں، بازو اور باقی سارا بدن اس طرح جکڑا ہوا تھا کہ وہ اپنی شدید ترین خواہش کے باوجود ان میں سے کسی ایک چیونٹی کو بھی اپنے گوشت کے لوتھڑے جیسے جسم سے الگ نہیں کر سکتا تھا۔

جوزف کا سر بار بار ڈھلک جاتا لیکن پھر فوراً ہی وہ اپنی بچی کھچی قوت ارادی اکٹھی کرتا اور سر کو سیدھا کر کے اپنی بجھی ہوئی آنکھوں کو لحظہ بھر کے لئے کھولتا اور اپنے سامنے کھڑے ہوئے ان تینوں پر ایک انتقام کے زہر میں بجھی ہوئی نگاہ ڈال کر دوبارہ آنکھیں بند کر لیتا۔

"یہ کیسا کتا ہے جو بھونکتا ہی نہیں ۔۔۔!"

ان تینوں میں سے ایک نے ماحول کے تناؤ کو کم کرنے کی پُر مزاح سی کوشش کی تھی۔

"یہ بھونکنے والا نہیں کاٹنے والا کتا ہے۔ بلڈی نگر۔۔۔!"

دوسرے نے انتہائی حقارت کے ساتھ جوزف کی طرف ایسے دیکھتے ہوئے کہا جیسے وہ جملہ مکمل کرنے کے فوراً بعد جوزف کے منہ پر تھوکے گا بھی ۔۔۔ لیکن بہر حال اس نے ایسا نہیں۔

"لیکن یہ آگ میں بجھی ہوئی سلاخیں ...!"
ڈیوڈ نے الیکٹرک راڈز کو چھوٹے نیم دائروں میں گھماتے ہوئے گہری آواز میں کہا۔
یہ سلاخیں اسے اس طرح بھونکنے پر آمادہ کر دیں گی۔ کہ بھونکتے بھونکتے پاگل ہو جائے گا۔ آگ بہت بُری چیز ہے دوستو! یہ ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان کی انا اور اس کی قوت برداشت کو بھی۔ آگ فنا کر دیتی ہے پیارو...!"
ڈیوڈ عجیب لہجہ میں کہہ رہا تھا۔ پھر وہ یک لخت رُک گیا۔ اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے دبا کر اُس نے آہستگی کے ساتھ جوزف کی طرف قدم بڑھایا۔
جوزف کی آنکھیں مچی ہوئی تھیں اور سر کندھے پر پڑا ہوا تھا۔ شاید وہ پوری طرح بے ہوش ہو چکا تھا۔
"میں آخری مرتبہ تم سے پوچھتا ہوں باسٹرڈ...!"
ڈیوڈ نام کے آدمی نے جوزف کے سر کے عین اوپر پہنچ کر تقریباً چیختی ہوئی آواز میں کہا۔
"بتاؤ وہ سیکرٹ ریکارڈ کہاں ہے۔ جس کی بنیاد پر ہمارا وہ کاؤ بوائے ایک کتاب کا مصنف بن رہا ہے۔ بولو...!"
ڈیوڈ کی چیختی ہوئی آواز نے جوزف کے اعصاب کو متاثر

کیا تھا۔ اس کے نتھنوں نے زور سے ہوا کو پھیپھڑوں میں کیا اور اس کی بجھی ہوئی آنکھیں اس طرح کھلنا شروع ہوئیں جیسے وہ طویل نیند سے جاگ رہا ہو۔

"بولو... جواب دو ورنہ...!"

جوزف نے خالی خالی نظروں سے اپنے سر پر کھڑے ہوئے اس آدمی کو دیکھا جو اس کے جسم کو دہکتے ہوئے لوہے سے داغنے کے لئے تیار تھا۔ پھر اس کی نظریں اس آدمی کے چہرے سے ہوتی ہوئیں ان الیکٹرک راڈوں پر پڑیں اور اس نے آہنی کرسی کے ساتھ اپنے جکڑے ہوئے جسم کو جھٹکا دیا۔

"ڈونٹ بی فلش یوائے۔ڈونٹ بی فلش...؟"

" ڈیوڈ نے جوزف کی اس کوشش کا لطف اٹھاتے ہوئے زیرِلب مسکرا کر کہا لیکن یہ مسکراہٹ صرف ایک لمحے کے لئے نمودار ہوئی تھی۔ دوسرے ہی لمحے وہ اپنے چہرے پر جبڑوں کی ہڈیاں نمایاں کرچکا تھا۔ اور اس کی آنکھوں میں ایک کرختگی کی دھندلی سی چمک ابھر آئی تھی۔ اس نے لاتعلق نظروں سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے جوزف کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زور سے اپنے آپ کو سوالیہ انداز میں جھٹکا دیا۔

"جلدی بھونکو سیاہ کتے...!"

ڈیوڈ کی آواز میں ایک مخصوص نفرت آگئی تھی۔

"جلدی بھونکو ورنہ میں ان دہکتی ہوئی سلاخوں سے تمہارے جسم میں اتنے سوراخ کردوں گا کہ یہ روشندان میں تبدیل ہو جائے گا۔بھونکو...!"

جوزف کے چہرے پر تنی ہوئی اذیت کی جالی میں اچانک نفرت ایک جھماکے کی طرح چمکی اور غائب ہوگئی۔

"میں کچھ نہیں جانتا سور کی اولاد میں کچھ نہیں جانتا...!"

اس کے منہ سے ہر جملہ پوری صحت کے ساتھ ادا ہوا تھا پھر اس نے آنکھیں بند کرلیں اور گردن کو اپنے کندھے پر ڈھے جانے کی اجازت دے دی۔یوں لگتا جیسے وہ لوہے کی دہکتی ہوئی سلاخوں کو خاطر میں ہی نہیں لایا۔

ڈیوڈ نے اچانک ہی محسوس کیا کہ یہ سیاہ رنگ کا افریقی صرف اپنی قوتِ برداشت ہی کا مظاہرہ نہیں کر رہا ہے بلکہ ان تینوں کی قوتِ برداشت کا اندازہ بھی لگا رہا ہے۔

ڈیوڈ کو شدید ھتک کا احساس ہوا۔اس نے زور سے سر کو جھٹکا دیا۔اور نہایت وحشیانہ انداز سے اپنے داہنے ہاتھ کی آہنی دہکتی ہوئی جوزف کے بازو سے ٹکرا دی۔پھر اس نے پورے ہاتھ کی گرفت سے اسے بازو پر اس طرح دبائے رکھا جیسے وہ برمے سے کسی سخت سطح پر سوراخ کر رہا ہو۔

سلاخ کے بازو سے ٹکراتے ہی جوزف کا جسم ایک مچھلی کی طرح

ڑپا تھا۔لیکن بندھے ہونے کی وجہ سے وہ جسم کو صرف ایک معمولی
سا جھٹکا دینے کے علاوہ اس اذیت سے بچنے کا اور کوئی راستہ
ختیار نہیں کرسکا تھا۔
لیکن آگ کی جلا کر راکھ کر دینے والی اذیت سے بچنے کا طریقہ
ہت زیادہ ناکافی تھا۔جوزف کا سر تیزی سے دائیں بائیں ہلنے
گا۔ وہ کسی مجذوب یا دیوانے کی طرح سر کو جھٹکے دے رہا تھا۔
یکن دہکتی ہوئی لوہے کی سلاخ اس کے بازو کے گوشت میں
یوست ہو کر اس کے جسم کو جلاتی اس کے گوشت کو چربی کی
رح پگھلاتی۔اس کے بدن کے ریشے ریشے میں تکلیف اور
ڑپ کا زہر دوڑا رہی تھی۔
لیکن جوزف پوری طرح بے بس تھا۔اس کے بس میں فقط
پنے کردار کی مضبوطی تھی۔اپنے قول کی سچائی تھی اور اپنی وفاداری
ا اظہار تھا۔وہ اس مضبوطی اور سچائی کا نہایت شاندار اظہار
ر رہا تھا۔
اچانک اس کا تیزی سے سر جھٹکنے کا انداز بدل گیا۔وہ ساکت
وگیا اور اس کا سر کندھے پر ڈھلک گیا۔وہ مکمل طور پر
وش و حواس کے مرحلوں سے گذر چکا تھا۔
کمرے میں جلتے ہوئے گوشت کی سڑاند جیسی بو آہستگی سے
رے کی ہوا کو آلودہ کررہی تھی۔

عین اسی لمحے میں ڈیوڈ نے چونک اُٹھنے کے انداز میں آہنی سلاخ جوزف کے بازو سے علیحدہ کی ۔اور سوال بھری نظروں سے اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں بھی اس کے بارے میں چونکے تھے اور ان کی آنکھوں میں بھی ایک سوالیہ انداز تھا۔لیکن ان تینوں میں سے کسی ایک نے بھی بولنے یا کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی ۔ان تینوں کے چہرے اس طرح اُوپر کو اُٹھ گئے تھے جیسے جنگلی جانور کسی آہٹ پر چونک کر سر اٹھاتے ہیں ۔

بے شک ان تینوں نے وہ آہٹ سُن لی تھی ۔جو اس تہہ خانے سے باہر لیکن اس عمارت کے احاطے میں ہی ابھری تھی۔ان کے چونکنے کا انداز بتاتا تھا کہ یہ آہٹ ان کے لئے اجنبی تھی ۔

اور صرف اجنبی ہی نہیں بلکہ ہراساں کر دینے والی بھی۔انہو نے ایک ساتھ پلٹ کر اس تہہ خانے کے داخلی راستے کی طرف دیکھا اور پھر پلٹ کر کرسی سے جکڑے ہوئے جوزف کی طرف نگاہ کی ۔

وہ واضح طور پر ایک خوف اور اُلجھن کا شکار ہو چکے تھے اس آہٹ نے اچانک ہی انہیں جیل سے بھاگے ہوئے قیدیوں میں بدل دیا تھا۔جو ہر آتی جاتی آہٹ پر کانپ

ور ہانپ کر چونک اُٹھتے ہیں۔

جوزف اس سب جھگڑے سے بے نیاز کرسی پر بیہوش پڑا تھا۔اس کے بازو پر ایک بڑا سا سیاہ، سرخ اور سفیدی مائل دھبہ دکھائی دیتا تھا۔گوشت جلنے کی بُو فضا میں رچی ہوئی تھی۔

اور اس تہہ خانے سے باہر ایک آہٹ ——— آہستہ آہستہ بلند ہوتی قریب آتی آہٹ . . .



"یہ ایک طویل اور پریشان کرنے والی رات تھی عمران صاحب"!

بلیک زیرو کی آواز رات کی طوالت اور پریشانی کے احساس سے بھری ہوئی تھی۔

"ہاں ایک طویل اور پریشان کرنے والی رات۔۔۔"!

عمران نے اس طرح کہا جیسے وہ خواب میں بول رہا ہو۔

"لیکن ایک اچھی صبح کے شروع ہوتے ہی رات کی تھکن ختم ہوگئی ہے"۔

"اوہ۔۔۔!"

عمران کے اس جملے پر بلیک زیرو نے حیرت، مسرت اور اشتیاق کے ایک احساس کے ساتھ کہا۔

"کیا صبح ہی صبح کوئی ایسی بات ہوچکی ہے عمران صاحب۔۔۔!"

"ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔۔۔!"

عمران کی آواز سوچ میں ڈوبی ہوئی ہونے کے باوجود اس میں مسرت کی ایک چھپی ہوئی لہر محسوس کی جا سکتی تھی۔ لیکن فوراً

ہی اس کا لہجہ سپاٹ ہوگیا۔

"مجھے نہایت مختصراً رات کے بارے میں بتاؤ۔ مجھے کچھ دیر پہلے سر سلطان نے ٹیلی فون پر بتایا تھا کہ . . . !"

"جی ہاں ! انہیں میں نے ہی ٹیلی فون پر بتایا تھا۔ آپ کو اس لئے ٹیلی فون نہیں کیا کہ آپ نے خود ہی . . . !"

"آگے چلو بلیک زیرو۔ اصل موضوع پر آؤ . . . !"

عمران نے لمبی تمہید کے خیال سے اکتاہٹ کے ساتھ کہا۔

"یس سر . . . !"

ایک دم بلیک زیرو نے اپنا لہجہ محتاط کرتے ہوئے کہا۔

"گذشتہ رات آپ کا فلیٹ میدان جنگ بنا رہا ہے۔ جہاں دنیا کے بڑے بڑے لڑاکا اور سورما اپنی اپنی قسمت آزمانے کے لئے تے اور جاتے رہے ہیں . . . !"

"کم آن بلیک زیرو۔ مجھے خالص تفصیل بتاؤ . . . !"

عمران بلیک زیرو کے شاعرانہ اندازِ بیان سے کچھ زیادہ ش محسوس نہ ہوتا تھا۔ وہ اصلی اور خالص اور حقیقی صورتحال ے بارے میں جاننے کی شدید ترین خواہش میں مبتلا تھا۔ یہ ہی جہ تھی کہ وہ بار بار بلیک زیرو کو ٹوک کر اصل بات بیان کرنے ے لئے کہہ رہا تھا۔

" اوہ سوری سر ! میں دراصل تفصیل کے ساتھ . . . !"

"اوہ ڈونٹ بھی سلی بلیک زیرو۔ اصل بات پر آؤ اصل بات پر۔۔۔!"

عمران ایک بار پھر جھنجھلا گیا۔

"آدھی رات کے بعد سے لے کر صبح کی روشنی پھیلنے سے پہلے پہلے تک آپ کے فلیٹ میں وقفے وقفے سے تین گروہ داخل ہوئے تھے۔ پہلے گروہ میں تین لوگ تھے۔ دوسرے میں صرف ایک آدمی اور تیسرا بھی ایک اکیلا آدمی تھا۔۔۔!"

پھر اس کے بعد بلیک زیرو نے ان تینوں کی شناخت ان کے باہمی تصادم اور ان میں سے بعض کے فرار کی تفصیل عمران کے گوش گذار کی۔

"وہ چوتھا آدمی کون تھا۔۔۔؟"

تقریباً بیس منٹ تک بلیک زیرو کے مسلسل بولنے کے بعد عمران نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"وہ چوتھا جس کے بارے میں تم نے بتایا تھا کہ وہ تیسرے آدمی کے فلیٹ سے نیچے اترتے ہی اچانک ان پر ٹوٹ پڑا تھا اور۔۔۔!"

"اپنے حلیے سے وہ افریقی ہے لیکن فی الحال اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ میں نے ایجنٹوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اسے پکڑ لیں۔ چنانچہ وہ اس وقت یہاں دانش منزل کے کیوبیکل میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ایک طویل قد کا روسی اور ٹھگنے قد

کا جاپانی بھی یہاں دانش منزل میں موجود ہیں۔یہ صرف ایک گھنٹہ پہلے یہاں پہنچے ہیں۔روسی کو تو آپ کے فلیٹ ہی سے بے ہوشی کی حالت میں پکڑا گیا ہے۔

"اور وہ تین جو سب سے پہلے میرے فلیٹ میں داخل ہوئے تھے ... وہ!"

اچانک عمران نے پریشان آواز میں پوچھا۔

"وہ تین تھے اور انہوں نے جوزف کو قابو کر لیا تھا۔شائد وہ جوزف کے ذریعے کوئی معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔میں نے ان کو گرفتار کرنے کے بجائے ان کا تعاقب کرنا مناسب سمجھا۔چنانچہ چھ کارکنوں کی ایک ٹیم ان کا تعاقب کرتے ہوئے شہر سے باہر ایک ایسی فیکٹری کی عمارت میں پہنچ گئی جو کئی برس پہلے ایک غیر ملکی دواساز کمپنی کی مقامی فیکٹری کے طور پر کام کرتی تھی لیکن پھر مقامی فیکٹری کا لائسنس منسوخ ہونے کے باعث وہ عمارت برسہابرس سے خالی پڑی ہے اور دور سے کسی قدیم زمانے کی عمارت کا کھنڈر معلوم ہوتی ہے۔

"کیا تمہارے بھیجے ہوئے لوگ جوزف کو واپس لانے میں کامیاب ہو گئے ...؟"

"جی ... جی نہیں!"

بلیک زیرو نے الجھی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں نے انہیں تعاقب کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ۔ انہوں نے ٹرانسیٹر پر مجھے وہاں کی بیرونی صورتحال کے بارے میں بتایا ہے لیکن عمارت کے اندر جوزف اور ان تین سفید فاموں کی موجودگی اور سرگرمیوں کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے۔

"بلیک زیرو ... !"

اچانک عمران کی آواز ———— میں غصّے اور غضب سے بھری ہوئی ایک کرختگی پیدا ہو گئی۔

"کیا تمہیں احساس ہے کہ ہم اس وقت کتنے نازک اور خطرناک آپریشن میں مصروف ہیں ۔ ...!"

"یے ... یے ... یس سر!"

ایکس ٹو کی حیثیت میں بھرائی ہوئی غراہٹ بھری آواز میں سیکرٹ سروس کے کارکنوں کو حکم جاری کرنے والا بلیک زیرو گھگھیائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اور تمہیں اس بات کا بھی احساس ہے کہ اتنے نازک اور خطرناک آپریشن میں کس قدر احتیاط، توجہ اور بچاؤ کی ضرورت ہے۔"

"مجھے احساس ہے سر ... !"

بلیک زیرو ایسے کہہ رہا تھا جیسے کوئی بچہ ماسٹر کے کئے ہوئے سوال کے جواب میں اپنے جواب کے درست نہ ہونے کے ڈر میں

مبتلا ہوتا ہے۔
"تو پھر تم نے انہیں یہ موقع کیوں فراہم کیا کہ وہ جوزف کو اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو جائیں۔ جانتے ہو وہ جوزف کا منہ کھلوانے کے لئے اسے کیسی کیسی اذیتوں اور تکلیفوں سے گزاریں گے...!"
عمران کی آواز سے لگتا تھا جیسے وہ جوزف کو دی جانے والی اذیتوں کے خیال سے دکھی ہو۔
"اس میں زیادہ تکلیف کی بات یہ ہے کہ جوزف اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ سارے آپریشن سے اُس کا تعلق صرف یہ ہے کہ میں نے اپنی کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں اس کا نام بطور سیکرٹری کے استعمال کیا ہے۔ اس صورت میں جب اس کے پاس بتانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہو گا۔ تو وہ لوگ اُسے زیادہ سے زیادہ تکلیف پہنچا کر اپنی ناکامی کا انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔ اُسے فوراً حاصل کرو بلیک زیرو۔ فوراً چاہے تمہیں اس کیلئے سیکرٹ سروس کے کارکنوں کی پوری پلٹن ہی کیوں نہ استعمال کرنی پڑے...."
"اوہ! آئی ایم سوری عمران صاحب... میں فوراً اس سلسلے میں احکام جاری کرتا ہوں۔ کیا آپ اس سلسلے میں کوئی اور ہدایت دینا چاہیں گے۔"

"اپنے قیدیوں کی مکمل حفاظت کرو۔ یہ لوگ جنہیں تم نے رات محض اتفاق سے گرفتار کرلیا ہے۔ دنیا کے خطرناک ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور یہ ان کی زندگیوں کا شائد پہلا موقع ہوگا کہ کسی نے ان پر اس طرح قابو پایا ہے۔ میں بہت جلد واپس وطن پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ شاید آج شام تک یا شائد کل یا پھر پرسوں۔ لیکن یاد رکھو یہ قیدی تمہارے پاس میری امانت ہیں۔ ان آدمیوں کی معرفت ہم عالمی سطح پر پھیلے ہوئے بین الاقوامی مجرموں سے بارگیننگ کرسکتے ہیں۔"

"آپ مطمئن رہیں جناب میں آپ کی بات سمجھ گیا۔۔۔!"

بلیک زیرو نے اپنے ذہن میں بشاشت پیدا کرتے ہوئے عمران کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

"اور ہاں!"

عمران نے اچانک بلیک زیرو کو ٹوکا۔

"صرف جوزف ہی نہیں بلکہ وہ تینوں سفید فام بھی۔۔۔ ان کے بغیر گیننگ پورا نہیں ہوگا۔ سمجھے۔۔۔!"

"سمجھ گیا عمران صاحب۔۔۔ لیکن ایک بات۔۔۔!"

بلیک زیرو کی آواز میں تذبذب تھا۔

"ہاں ہاں کہو کیا مسئلہ ہے؟"

عمران نے بلیک زیرو کو اپنا جملہ پورا کرنے پر آمادہ کرتے

ہوئے کہا۔

"ابھی آپ کہہ رہے تھے کہ آپ آج شام ہی واپس پہنچ سکتے ہیں۔ کیا میں اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہوں کہ ہمارا آپریشن تکمیل کو پہنچ چکا ہے ۔۔۔!"

"اوہ نو۔۔۔ ناٹ ایٹ آل!"

"میں نے تو محض ایک امکان کی طرف اشارہ کیا تھا۔" عمران نے تیزی سے کہا۔

"حالات میں ایک تھکا دینے والی لمبی رات کے بعد اچانک ہی صبح صبح ایک بہت پُراسرار اور دلچسپ تبدیلی آئی ہے۔ ہوسکتا ہے یہ تبدیلی کسی مزید پریشانی کے بغیر ہی ہمارے آپریشن کی کامیابی کا سبب بن جائے۔ لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس تبدیلی کے باعث ہم کسی اور ہی لمبے اور اُلجھے ہوئے گورکھ دھندے میں پھنس جائیں۔"

"فی الحال میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بہرحال تم فوراً ہی جوزف اور ان تینوں سفید فاموں کو دانش منزل تک لانے کے انتظامات کرو۔ اور جوں ہی تمہارے کارکن یہ کام انجام دے لیں۔ ٹیلی فون پر مجھے اطلاع کرو۔"

"او۔کے عمران صاحب۔"

بلیک زیرو نے الوداعی سے انداز میں کہا۔

"اور اور اور۔۔۔!"
اچانک عمران نے رسیور کریڈل پر رکھنے سے پہلے تیزی سے کہا۔
"رات کے فسادات میں صفدر اور جن دو باقی کارکنوں کو زخم آئے ہیں۔ان کو میری طرف سے عیادت کے الفاظ اور پھولوں کے تحفے پہنچا دینا۔"

"آئی ویل ڈو اِٹ عمران صاحب۔۔۔!"
بلیک زیرو نے مؤدبانہ انداز میں کہا اور پھر اطمینان کے ساتھ رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اور لمحہ بھر کے لئے آنکھیں بند کر کے اپنے اعصاب کو پُرسکون کرنے کی کوشش کی۔
عمران سے گفتگو کرتے ہوئے عام طور پر اس کے اعصاب میں تناؤ کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔
پھر اس نے میز پر پڑا ہوا ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اس کے مختلف بٹن دباتا ہوا آہستگی سے بولنے لگا۔
"دِس از ایکس۔ٹو سپیکنگ۔۔۔ ہیلو کوڈ نمبر نائین دِس از ایکس۔ٹو سپیکنگ۔ کیا تم میری آواز سن رہے تھے۔۔۔؟"
اس کی آواز میں بھراہٹ تھی اور سخت لہجہ تھا اور ایک رعب و جلال کی کیفیت تھی۔
ایک ہی وقت میں اس آدمی کو دو مختلف رول ادا کرنے

پڑ رہے تھے۔ بے شک دنیا ایک اصلی اور حقیقی اسٹیج ہے اور
انسان ایک اصلی اور حقیقی اداکار۔
بلیک زیرو اس وقت ایکس ٹو کا رول ادا کر رہا تھا

"کوئی ہے ڈیوڈ..."

تینوں سفید فاموں میں سے سب سے جونیئر دکھائی دینے والا بڈی نامی خوش مزاج نوجوان اس وقت خاصا سہما ہوا شبہے میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"ہاں کوئی ہے...!"

جیک نے بڈی کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اُسی طرح سر اٹھائے ہوئے کہا۔

"یقیناً" کوئی ہے؟"

ڈیوڈ نے دہکتی ہوئی دونوں سلاخیں بڈی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن پریشان ہونے کی تو اس میں کوئی بات نہیں مَیں دیکھتا ہوں کیا سلسلہ ہے...!"

اس نے اس ہال نما تہہ خانے کے داخلی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا لیکن پھر دفعتاً رُک گیا۔ پلٹا اور غور سے جوزف کی

طرف دیکھا۔ جو کٹے پھٹے اور جلے ہوئے جسم کے ساتھ بے ہوش کرسی کے ساتھ جکڑا ہوا تھا۔

کئی لمحوں تک وہ جوزف کی طرف اسی طرح دیکھتا رہا جیسے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کر رہا ہو۔ اس کے کانوں میں آہٹ کی آواز برابر آ رہی تھی۔ بتدریج بلند ہوتی ہوئی آہٹ۔

"میں دیکھتا ہوں کیا گڑ بڑ ہے ۔۔۔ !"

اس نے برابر جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم لوگ اب یہاں سے کھسکنے کی کوشش کرو۔ میرا مطلب ہے تم دونوں ۔۔۔ !"

اس نے باری باری اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم ۔۔۔ اور یہ نیگرو ۔۔۔ !"

جیک نے اُلجھی ہوئی آواز میں کہا۔ وہ ڈیوڈ کی بات کو اس کے تمام معنوں کے ساتھ سمجھنے سے قاصر رہا تھا۔

"جس راستے سے تم نکلو گے ۔۔۔ !"

اس راستے سے ایک وقت میں صرف ایک آدمی گذر سکتا ہے اور وہ بھی اس صورت میں جب وہ خود اپنے قدموں سے چلنے کی کی پوزیشن میں ہو۔ لیکن یہ حبشی چلنے تو کیا اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کی پوزیشن میں بھی نہیں ایسی صورت میں ۔۔۔ !"

"مگر تم ... ڈیوڈ ... !"
بڈی نے فکر مندانہ آواز میں کہا۔
"میری فکر مت کرو اوّل تو ایسی کوئی بات نہیں ۔ ممکن ہے اندیشہ ہی ہو۔
"ایسی صورت میں میں بھی کچھ دیر میں تمہارے ساتھ آملوں گا لیکن یاد رکھو ... !"
ڈیوڈ کی آواز میں سپاٹ پن تھا ۔
"تم میرا انتظار صرف بیس منٹ تک کروگے ۔ یہاں اس تہہ خانے میں نہیں ۔ اس تہہ خانے سے باہر ... اور اگر میں بیس منٹ کے دوران تمہارے پاس نہ پہنچ سکا تو پھر تم فوراً خود کو کہیں محفوظ جگہ پر پہنچانے کی کوشش کروگے ۔ اور اس واقع کی ساری تفصیل ہیڈ کوارٹر کو پہنچاؤ گے ۔ سمجھ گئے ... ؟ "
جیک اور بڈی نے اُلجھی ہوئی پریشان نظروں سے اقرار میں سر ہلایا اور چپ چاپ اپنے ساتھی ڈیوڈ کو باہر جانے والے دروازے کی طرف دیکھتے رہے ۔
ڈیوڈ نے دروازے کے قریب رُک کر مخصوص انداز میں دروازے میں نصب ایک ہینڈل کو داہنی طرف کھینچا۔
نہایت مضبوط آہنی دروازہ کسی تھیٹر کے پردے کی طرح تیزی سے اُوپر کی طرف کھنچتا چلا گیا۔ سامنے نیم تاریکی میں ڈوبی ہوئی اُوپر

جاتی ہوئی سیڑھیاں تھیں۔
آہٹ کی آواز آہنی دروازہ ہٹنے کے باعث خاصی بلند ہو گئی تھی۔ لگتا تھا جیسے ابھی بھی کسی لمحے یہ آہٹ اپنے پورے وجود کے ساتھ سامنے آ کھڑی ہو گی۔
بڈی نے تیزی سے آگے بڑھ کر دروازے کے نزدیک پہنچتے ہوئے ڈیوڈ کے آگے بڑھنے کا انتظار کیا۔ پھر جوں ہی ڈیوڈ نے دروازے سے گزر کر پہلی سیڑھی پر قدم رکھا۔ بڈی نے دیوار میں نصب ہینڈل کو اس کے اصل رُخ پر واپس کھینچ دیا۔
بھاری بھر کم دروازہ سائیں کی نہایت معمولی آواز پیدا کرتا ہوا دوبارہ نیچے کی طرف آیا اور فرش کے ساتھ آکر اس طرح ٹک گیا۔ جیسے ہمیشہ سے اسی طرح اس کے ساتھ پیوست رہا ہو۔
اب ان لوگوں کے اور ڈیوڈ کے درمیان ایک پتھریلی دیوار اور آہنی دروازہ حائل ہو چکا تھا۔
پھر بڈی تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اپنے ساتھی جیک کے نزدیک پہنچا جو تیز نظروں سے اس تمام کارروائی کو دیکھتا رہا تھا۔
"میرا خیال ہے ہم اس بلیک ڈاگ کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔"
/ ر

بڈی نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے یقین اور شبے کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا... ؟ کہیئے..."

جیک کی آواز میں تذبذب تھا۔

"میرے خیال میں ہم بہت آسانی کے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں! میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ...!"

"لیکن ڈیوڈ نے تو کہا تھا کہ صرف ہم دونوں ...!"

جیک نے اُلجھ کر کہا۔

"جس وقت ڈیوڈ نے یہ بات کہی تھی اس وقت میرے ذہن میں یہ اسکیم نہیں آئی تھی۔ لیکن دروازے کا ہینڈل کھینچتے کھینچتے اچانک مجھے خیال آیا کہ اس نیم مُردے کو ساتھ لے جانا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ دوسرے اس لئے کہ اگر خدانخواستہ ڈیوڈ کہیں پھنس گیا تو ہم اس نیگرو کے بدلے ڈیوڈ کو واپس لانے کی ایک اخلاقی کوشش بھی کر سکتے ہیں۔"

بڈی نے بہت مطمئن آواز میں کہا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے دونوں دلائل اتنے مضبوط ہیں کہ اس کا ساتھی انہیں ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔

"یہ دوسری بات تو میں سمجھ گیا...!"

جیک کی آواز میں قدرے بشاشت آ گئی تھی۔

"لیکن اسے ہم لے کر کیسے جائیں گے ... !"

"میں تمہیں بتاتا ہوں۔ آؤ پہلے اسے اس کرسی سے علیحدہ کرو ... !"

بڈری نے آہنی کرسی میں جکڑے ہوئے جوزف کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"دیکھ لو کہیں اس کی رُوح اس کے جسم کا گھونسلہ خالی چھوڑ کر کسی نئے آشیانے کی طرف پرواز تو نہیں کر گئی ہے۔"

"جیک کیسی بات کرتے ہو ... !"

بڈری نے طنزیہ آواز میں کہا۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے افریقی اور ایشیائی کتنے سخت جان ہوتے ہیں۔"

"یہ لوگ ایسے حالات میں بھی زندہ رہتے اور جیتے چلے جاتے ہیں۔ جن حالات میں سخت جان جانور بھی موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہلاکت خیز بیماریوں، اور بدترین موسموں اور غذایت سے مکمل طور پر محروم خوراک کے باوجود یہ لوگ مرنے کا نام نہیں لیتے۔ آؤ اسے اس ریشمی ڈوری سے چھڑانے میں میری مدد کرو ... ؟"

اگلے ایک منٹ کے اندر اندر وہ دونوں جوزف کو آہنی کرسی کی جکڑ بندی سے آزاد کر چکے تھے۔ پھر انہوں نے جوزف

کے دونوں بازوؤں کے نیچے اپنی اپنی گردنیں ڈال کر اس کے جسم کا تمام بوجھ اپنے اُوپر ڈال لیا تھا۔ اور یہ سارا عمل کرتے ہوئے انہوں نے اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی تھی کہ جوزف بے ہوش ہے یا اس حد تک زخمی ہے کہ ڈاکٹر لوگ ایسے زخمی آدمی کو زبان تک ہلانے کی اجازت نہیں دیتے۔

وہ دونوں اُسے محض اس تہہ خانے سے نکال کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے اور ایسا کرتے ہوئے ان کا اور جوزف کا ساتھ ایسا تھا جیسے وہ کسی انسان کی بجائے کسی بھاری فرنیچر کو اُٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر رہے ہوں۔

آہنی دروازے کے مقابل سامنے والی دیوار کے نزدیک پہنچ کر انہوں نے نہایت بے دھیانی سے جوزف کو فرش پر لٹا دیا۔ ایسا کرتے ہوئے انہوں نے جوزف کے منہ سے نکلنے والی لاشعوری کراہ کی آواز سنی تھی۔ لیکن اس وقت ان کے کان جوزف کی کراہ سے زیادہ اس آہٹ پر لگے ہوئے جس کا سراغ لگانے کے لئے ان کا ایک ساتھی ان سے جدا ہو چکا تھا اور وہ نہیں جانتے تھے کہ اس وقت وہ کہاں ہے۔

جوزف کو زمین پر لٹا کر بڈی دیوار میں اُبھری ہوئی ایک کیل نما ٹک کے نزدیک پہنچا اور اس پر اپنا انگوٹھا رکھ کر زور سے دبا یا۔

کیل نما ہک دیوار میں اس طرح گھستی چلی گئی جس طرح بازو کے گوشت میں انجکشن کی سوئی گھس جاتی ہے۔ اس کے فوراً بعد ہی اس کیل سے صرف چھ انچ کے فاصلے پر دیوار میں ایک خلا نمودار ہوا۔

یہ خلا دو فٹ چوڑا اور چھ فٹ اونچا رہا ہوگا۔ یہ خلا تاریک تھا۔ بڑی جلدی سے اس خلا میں داخل ہوا۔ اس نے ایک ہاتھ سے فضا میں کچھ ٹٹولا اور اگلے ہی لمحے خلا روشن ہو گیا۔ یہ ایک طویل بے کنار سرنگ تھی جو انسانی ہاتھوں سے بنائی گئی تھی۔ وہی دو فٹ چوڑی اور چھ فٹ اونچی پختہ اور ہموار سرنگ جس میں دور تک روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ جانے یہ سرنگ کہاں جا کر ختم ہوتی تھی۔ ختم بھی ہوتی تھی یا نہیں . . .

"اسے تم اور میں ٹانگوں اور بازوؤں سے پکڑ کر آگے پیچھے چلتے ہوئے آسانی سے اس سرنگ سے گزر سکتے ہیں . . ."

بڑی نے واپس ہال میں داخل ہوتے ہوئے کہا پھر وہ جوزف کے قریب پہنچ کر جھکا۔

"کم آن جیک . . . میرا خیال ہے ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیئے . . . دیر . . ."

جیک جو اچانک کسی گہرے خیال میں کھو گیا تھا۔ بہت بے دھیانی کے ساتھ چونکا اور جوزف کو اٹھانے کے لئے جھکا۔ وہ

جوزف کی ٹانگوں کی طرف کھڑا تھا۔

"انسان کی حیثیت اس زمین پر پھیلی ہوئی بے شمار دوسری فضول اور غیر ضروری چیزوں سے زیادہ کچھ نہیں۔ جیسے گیلی لکڑی کا کوئی تنا، جیسے کوئی زنگ آلود بندوق، جیسے کسی پرانی کرنسی کا کوئی کھوٹا سکہ... !"

"شٹ اَپ جیک... اینڈ ہری اَپ... !"

بڈی نے تیز سی آواز میں کہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے ڈیوڈ کے جانے کے بعد اس نے از خود کمان اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔

"یہ وقت فلسفے کی گتھیاں سلجھانے کا نہیں ہے پیارے اسے اٹھاؤ اور نکلو یہاں سے... !"

جیک نے افسردہ سی نظر سے جوزف کی طرف دیکھا اور پھر بے دلی لیکن مضبوطی کے ساتھ اُسے ٹخنوں سے پکڑ کر اوپر اُٹھایا۔ بڈی پہلے ہی جوزف کے کندھوں کے نیچے ہاتھ دے کر اسے اُٹھا چکا تھا۔

پھر وہ آگے پیچھے سرنگ میں داخل ہو گئے۔ جب وہ تینوں سرنگ میں داخل ہو گئے تو بڈی نے جیک کو ٹھہرنے کا اشارہ کیا۔ پھر اس نے جوزف کو زمین پر لٹا دیا اور ہموار دیوار میں اُبھری کیل نما نب کو انگوٹھے سے دبایا۔ نب کو دباتے ہی دیوار میں پیدا شدہ خلا بند ہو گیا۔

اب ہال نما تہہ خانہ خالی تھا۔ ڈیوڈ اس کی پرلی دیوار سے باہر

جا چکا تھا اور یہ لوگ اِس طرف سے نکل رہے تھے۔ اب تہہ خانے میں ایک آہنی کرسی اور اس سے اُلجھی ہُوئی ریشمی ڈوری کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ یا شائد نمک کا خالی ٹن وہیں کہیں فرش پر پڑا تھا اور وہ دونوں آہنی سلاخیں جن کو دہکا کر جوزف کو داغا گیا تھا لیکن اب تک وہ سلاخیں ٹھنڈی ہو کر واپس اپنے سیاہ رنگ میں تبدیل ہو چکی ہوں گی۔ جس شئے کو آگ ایک بار مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں تھام کر چھوڑ جاتی ہے اس کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ لوہا ہو، لکڑی ہو یا کسی انسان کے جسم کا گوشت...؛"

بڈی اور جیک ـــــ جوزف کو ڈنڈا ڈولی کرتے ہوئے اس روشن سرنگ میں چلتے چلے جا رہے تھے۔ جانے کہاں جانے کدھر... جوزف کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ جان بھی نہیں سکتا تھا۔ ایک مُردوں سے بھی بدتر حالت کو پہنچا ہُوا آدمی بھلا اس بات میں کیا دلچسپی رکھ سکتا ہے کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے اور کیوں...

اس بارے میں تو ایک ہوش مندی کے ساتھ زندہ انسان ہی سوچ سکتا ہے۔

جوزف کے منہ سے سفید رنگ کا جھاگ چھوٹ رہا تھا۔ اس کے سانس لینے میں تیزی اور بوجھل پن آ رہا تھا۔ لیکن اسے اٹھائے لئے جانے والوں کو اس معاملے سے کوئی دلچسپی نہ

تھی ۔

سرنگ کو ایک نظر دیکھ کر لگتا ہے۔ جیسے یہ کبھی ختم ہی نہیں ہو گی ۔ ایک طویل لمبے کنار اور روشن سرنگ جس میں وہ چل رہے تھے۔

یہ اس لئے خوش ہونے کی بات تھی۔ کام اس کے منصوبے کے عین مطابق ہو رہا تھا۔ شکار ایک ایک کر کے اس کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس رہے تھے۔ پوری دنیا میں اغوا، قتل اور خفیہ دستاویزوں کی چوری سے لے کر مختلف ملکوں میں انقلابات لانے اور حکومتوں کے تختے اُلٹنے تک لرزا دینے والی سرگرمیوں میں مصروف عالمی سطح پر بدنام مجرم گروہوں کے سرکردہ ممبر نہایت آسانی کے ساتھ اس کی گرفت میں آتے چلے گئے تھے۔ ایسے جیسے کبوتر اپنی رضامندانہ چشم پوشی سے خود کو بلی کے پنجے کے حوالے کر دیتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود عمران پریشان تھا۔

اور اس پریشانی کی بڑی وجہ جوزف کی گمشدگی تھی۔ صرف چند منٹ قبل بلیک زیرو نے وطن سے ٹیلی فون پر اسے اطلاع دی تھی کہ سیکرٹ سروس کے کارکنوں نے ہر طرح سے لیس ہو کر اس عمارت پر دھاوا بولا تھا۔ لیکن وہاں سے انہیں صرف ایک سفید فام دستیاب

ہوسکا۔

باقی دو سفید فام اور جوزف اس عمارت سے اس طرح غائب ہو گئے۔ جیسے انہیں زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ کارکنوں نے عمارت کا کونہ کونہ چھان مارا تھا۔ لیکن جوزف کا کوئی پتہ نہیں چلا تھا۔ البتہ وہ گرفتار شدہ سفید فام دانش منزل کے ایک کیوبیکل میں پہنچا دیا گیا تھا اور اس کی کڑی نگرانی کی جا رہی تھی۔ اور بلیک زیرو اس کے بارے میں عمران کی اگلی ہدایت کا منتظر تھا۔

عمران نے اسے جو اگلی ہدایت جاری کی تھی وہ محض یہ تھی کہ بلیک زیرو مستقل طور پر دانش منزل میں رُک کر اس کے نئے احکامات کا انتظار کرے اور یہ کہ فی الحال ان پکڑے جانے والوں کی سخت نگرانی کی جائے۔ عمران نے امکان ظاہر کیا تھا کہ شائد وہ آج ہی کسی فلائٹ سے شام ہونے سے پہلے پہلے وطن واپس پہنچ جائے گا۔ لیکن وہ خود بھی اس سلسلے میں پُر یقین نہیں تھا۔ کیونکہ اب اُسے مشہور عالم مجرم گروہ کی سرغنہ "گولڈن کیٹ" کے فون کا انتظار تھا۔

وہ اس فون کے بغیر بھی اپنا آئندہ کا پروگرام طے کر سکتا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک ساتھ بہت سے خیالات فلم کی ریلوں کی طرح چل رہے تھے۔ صفدر شدید زخمی حالت میں ہسپتال میں تھا جو لیا ویسے ہی ایک آپریشن کے سلسلے میں ہسپتال میں داخل

تھی۔ جوزف کے بارے میں کسی بھی طرح کی خبر کا مکمل طور پر بلیک آؤٹ تھا۔

اس کا مطلب تھا کہ بہت کچھ عمران کے منصوبے کے مطابق ہونے کے باوجود بہت کچھ اس کے منصوبے کے خلاف بھی ہو رہا تھا۔ یہی بات اس کو پریشان کرنے کے لئے کافی تھی۔

لیکن یہ عمران تھا۔ عمران دی گریٹ۔ گولڈن کیٹ کا عمران ڈارلنگ جسے سر سلطان عام طور پر "گدھے" کے لقب سے پکار کر خوشی محسوس کرتے تھے۔

وہی گریٹ ڈارلنگ گدھا اس وقت آرام کرسی پر نیم دراز ٹیلی فون کی طرف منتظر نظروں سے دیکھتا ہوا ادھیڑ بن لگا اچانک اپنی جگہ سے اُٹھا۔ تیزی سے اپنا ہاتھ سامنے تپائی پر پڑے چیونگم کے پیکٹ کی طرف بڑھایا اور پھر اکٹھی ایک دو تین چار چیونگمز ایک ساتھ منہ میں ڈال کر نہایت دہقانی انداز میں زور زور سے اپنے جبڑے ہلانا شروع کر دیئے۔ پھر وہ تپائی کو گھسیٹ کر اپنے قریب کرتا ہوا دوبارہ کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

اب تپائی اس کے گھٹنوں پر دھری تھی اور وہ دونوں ہاتھوں سے طبلہ بجانے کے انداز میں انگلیاں چلا رہا تھا۔ پھر اچانک اس نے پورے گلے کے ساتھ چھت کو پھاڑتی ہوئی آواز میں گانا شروع کر دیا۔

آواز دے کہاں ہے
نیلی سی یہ سرزمیں ہے
کالا یہ آسماں ہے
ایسے میں تو کہاں ہے
بھانجا تیرا جواں ہے
خالہ میری کہاں ہے

ان اُلٹے سیدھے بولوں کو گاتے ہوئے اس کی آنکھیں پوری طرح بند اور منہ پوری طرح کھلا ہوا تھا۔ اس کے گلے سے نکلنے والی آواز سُن کر لگتا تھا جیسے وہ گا نہ رہا ہو بلکہ رو رہا ہو۔ بے شک وہ گلا اور منہ دونوں پھاڑ کر رو رہا تھا۔

بھانجا تیرا جواں ہے
خالہ میری کہاں ہے

ان بولوں کو اس نے بار بار دوہرایا۔ ایسے جیسے ٹیپ کے بند کو دوہرا رہا ہو۔ پھر وہ اچانک چُپ ہو گیا۔ ایک دم چُپ اور نہایت غور سے ٹیلی فون کی طرف دیکھنے لگا۔

"ابے یہ کیا... !"

اس نے جیسے ٹیلی فون کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہم نے تو سُنا ہے کہ سچے دل سے سچا راگ گاؤ تو پتھر پگھل کر پانی ہو جاتا ہے۔ اور آسمان رو پڑتا ہے جس کا مطلب ہے کہ بارش

ہو جاتی ہے اور یہ کہ اگر موسم بہت سرد ہو تو گانے کے ذریعے جنگل میں آگ لگائی جا سکتی ہے وغیرہ وغیرہ ...“

وہ لمحہ بھر کو رُکا۔

”لیکن یہاں تو اتنا جی لگا کر گانے سے سالا ایک عدد ٹیلی فون تک نہیں آیا۔“

”تف ہے ایسے گانے ... ... ایسے ٹیلی فون پر ...!“

اس نے بے دلی سے جبڑے چلاتے ہوئے تپائی گھٹنوں سے ہٹا کر فرش پر رکھا اور سخت بیزاری کے ساتھ کمرے کا جائزہ لینا شروع کیا۔ بالکل اس طرح جیسے انتظارگاہ میں بیٹھا ہوا کوئی ملاقاتی ملاقات سے پہلے انتظار کی کوفت مٹانے کے لئے غیرضروری طور پر آس پاس کی چیزوں کو دلچسپی سے دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ابھی اس کی نظر دیوار پر لگی چیتے کی حنوط شدہ کھوپڑی پر ہی تھی کہ کمرہ ٹیلی فون کی گھنٹی کی پیدا کی ہوئی گونج سے بھر گیا۔

عمران اپنی کرسی سے یوں اُچھلا جیسے چیتا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ دوسری طرف وہی گہری، شفاف اور صاف آواز تھی۔ وہی گولڈن کیٹ جسے چند لمحے پہلے عمران اپنی خالہ بنا چکا تھا۔ وہی مس کیٹ ...

”ہیلو عمران ڈارلنگ ...!“

وہ اپنی پُرکشش اور تمکنت سے پُر آواز میں کہہ رہی تھی۔

عمران تیزی سے اپنی چیزیں سمیٹ کر چھوٹے سے بریف میں رکھ رہا تھا۔گولڈن کیٹ کے ساتھ بیس منٹ کی طویل گفتگو میں اس نے جو کچھ طے کیا تھا۔اس کے تحت اسے فوری طور پر اس ملک سے رخصت ہو کر اپنے وطن واپس پہنچنا تھا۔

مقامی ملک کے سربراہ کے ساتھ فون پر گفتگو کر کے اس نے درخواست کی تھی کہ اس کے لئے فوری طور پر کسی طیارے کا انتظام کر دیا جائے۔مقامی ملک کا سربراہ جو اس نظریاتی ملکوں کی بین الاقوامی کانفرنس کا چیئرمین بھی تھا۔فوری طور پر اس کے لئے تیار ہو گیا۔

وہ جانتا تھا کہ عمران کس مشن پر ہے اور اس مشن کا تعلق اس بین الاقوامی کانفرنس کے ساتھ کیا ہے۔چنانچہ اس نے عمران کو تیار ہو کر ائیرپورٹ پہنچ جانے کے لئے کہہ دیا۔باقی انتظامات اس نے اپنے ذمے لے لئے تھے۔

نیچے اس عمارت کے باہر مقامی سربراہ کی ذاتی کار اسے ائیرپورٹ لے جانے کے لئے اس کی منتظر کھڑی تھی۔

عمران فارغ ہو کر جب کار میں سوار ہُوا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا چرمی بریف کیس تھا۔ کار تیزی سے اُسے ائیرپورٹ کی طرف لے کر اُڑتی چلی گئی۔ ائیرپورٹ پر پہنچ کر اُسے راستے میں کہیں رُکنا نہیں پڑا تھا۔ وہ سیدھا رن وے پر کھڑے ہوئے نہایت مختصر سے طیارے کی طرف بڑھا۔ جس میں صرف دو آدمیوں کی گنجائش تھی۔ ایک پائلٹ اور دوسرا خود عمران ...

راستے کے درمیانی مراحل طے کرنے کے لئے مقامی سربراہ کے اعلیٰ افسران خود ائیرپورٹ پر موجود تھے۔

طیارے میں سوار ہوتے ہی طیارے کا انجن سٹارٹ ہوگیا۔ محض چند منٹ کے بعد عمران رن وے چھوڑ چکا تھا۔ فضا میں بلند ہوتے ہُوئے اُس نے کاک پٹ سے باہر جھانکا... نیچے بہت نیچے ایک شہر آباد تھا۔ جہاں ان گنت لوگ بستے تھے اور امن اور خوشحالی کے خواب دیکھتے تھے۔ زندگی کو اللہ کی دی ہوئی ایک نعمت سمجھ کر اس کو اچھائی اور نیکی کے ساتھ بسر کرنا چاہتے تھے لیکن...

بادلوں میں سے گذرتے ہوئے طیارے میں بیٹھے ہوئے عمران کا ذہن اچانک ان بادلوں کے جیسی گہری دھند سے بھر گیا۔

"لیکن ... یہ سیدھے سادے امن اور خوش اور خوشحالی کے خواب دیکھنے والے بے چارے لوگ نہیں جانتے کہ ان کے خوابوں کی دنیا کو آگ کے دہکتے آلاؤ میں بھسم کرنے کے لئے کتنے

بہت سے شیطانی ہاتھ ایک ساتھ ان کے دائیں بائیں اوپر نیچے پھیل گئے ہیں۔

"ان کے خواب شیشے کے گھروندوں کی طرح ہیں جن پر کسی بھی وقت پتھروں کی بارش ہوسکتی ہے ..."

عمران نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا خوبصورت پُرجوش نوجوان اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی دیکھ کر پریشانی میں مبتلا ہوجائے۔

گریٹ ڈارلنگ، گدھا عمران اس سرزمین پر بسنے والے انسانوں کی معصومیت اور بے خبری کو جان کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا تھا۔

جہاز تیزی سے اس کے وطن کی طرف اُڑا جا رہا تھا۔ جہاں شام سے پہلے پہلے گولڈن کیٹ کو اس سے ملاقات کرنا تھی اور صرف ملاقات ہی نہیں۔ بلکہ ایک سودا بھی۔ اِس ہاتھ دو اُس ہاتھ لو۔

عمران عالمی مجرموں کے بارے میں اپنی "سیکرٹ بک" کے بدلے نظریاتی حکومتوں کی عالمی کانفرنس میں کئے گئے فیصلوں کی "سیکرٹ رپورٹ" حاصل کرنے کے لئے جا رہا تھا۔

گولڈن کیٹ کو اس کی سیکرٹ بک کی ضرورت تھی۔ اور عمران فیصلوں کی سیکرٹ رپورٹ واپس لینا چاہتا تھا جو گولڈن کیٹ کے بقول اس کے پاس موجود تھی۔

دو سوداگر اپنا اپنا سودا لے کر دنیا کے دُور دراز ملکوں سے

چل کر ایک ملک کے ایک شہر میں اکٹھے ہو رہے تھے۔ اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس سودے کا انجام کیا ہو گا۔ ابھی تو محض زبانی معاہدہ ہُوا تھا۔ عملی کام تو ابھی باقی تھا۔

عمران نے مُڑ کر پائیلٹ کی طرف دیکھا۔ وہ عمران کے ذہن میں دہکتے ہوئے اَن گنت خیالات کے لاوے سے بے خبر پوری توجہ کے ساتھ طیارہ اُڑانے میں مصروف تھا۔

عمران زیرِ لب مسکرایا۔

"کوئی نہیں جانتا کہ کون کِس مشکل سے دو چار ہے...."

اس نے کِسی بوڑھے فلسفی کی طرح زیرِ لب کہا۔ اور آنکھیں موند کر سر سیٹ کے ساتھ ٹکا دیا۔

"جی جناب! آپ نے مجھ سے کچھ کہا....!"

نوجوان پائیلٹ نے نہایت مؤدب آواز میں پوچھا پھر عمران کو دیکھا جس کی آنکھیں بند تھیں اور سر سیٹ کی پشت پر ٹکا ہوا تھا۔

پائیلٹ مسکرایا۔

"جناب نیند میں بڑبڑا رہے ہیں!"

اس نے پُر مزاح اور خوش مزاج آواز میں جیسے اپنے آپ سے کہا۔

عمران نے آنکھیں کھولنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ البتہ نوجوان کے جملے نے اُسے بے اختیار دوبارہ مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

گولڈن گیٹ سے ملاقات سے پہلے وہ ایک پرسکون نیند سونا چاہتا تھا۔ ایک پُرسکون اور گہری نیند جو صرف بے فکر لوگوں ہی کو آسکتی ہے۔

لیکن بے شمار خیالات اور الجھنوں کے باوجود عمران اگلے پندرہ منٹ میں گہری نیند سو چکا تھا۔

جہاز مکمل رفتار کے ساتھ اس کے وطن کی طرف بڑھ رہا تھا شائد ایسے ہی کسی جہاز میں گولڈن گیٹ بھی اسی وقت اس کے وطن کی طرف پرواز کر رہی ہوگی۔